عہد رسالت ﷺ کے مفسرین کرام

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی

دار الاشاعت

اُردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، انس بن مالکؓ، عبداللہ بن عمرؓ، اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور عہدِ رسالت کے دیگر عظیم المرتبت مفسرین عظامؓ کا تذکرہ۔

تالیف
مولانا محمد روح اللہ نقشبندی

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 32213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : فروری ۲۰۱۰ء علمی گرافکس
ضخامت : 152 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿......... ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A.

فہرست مضامین

عنوانات — صفحہ نمبر

تقریظ

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کلاچوی دامت برکاتہم العالیہ

فاضل دارالعلوم دیوبند

شاگرد رشید: شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر حضرت مولانا محمد روح اللہ صاحب نقشبندی غفوری زاد فیوضکم ومعالیکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج گرامی! ایمان افروز چار کتب کا عظیم ہدیہ باعث اعزاز وانتہائی سرور اور خوشی کا باعث ہوا، بارک اللہ فی علمک و مساعرک

تقریباً ڈیڑھ دو برس سے صحت کی دولت کے لئے ترس رہا ہوں، دعاؤں کا محتاج ہوں آپ کے مبارک علم اور علمی مشاغل باعث صدرشک ہیں۔

اللھم زد فزد

عہد نبوی ﷺ کے مفسرین کرام، عہد نبوی ﷺ کے محدّثین کرام عہد نبوی ﷺ کے فقہائے کرام، نیز ولی وقت مولانا زکریا کے بے مثال جواہرات کی تالیفات کی توفیق انعام خداوندی کا خصوصی انعام پر ہدیہ تبریک قبول کیجئے۔

این سعادت بزور بازو نیست

عبداللطیف کلاچوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

لفظ تفسیر کا سہ حرفی مادّہ فسـر ہے، جس کے معنی ہیں ظاہر کرنا، کھول کر بیان کرنا اور بے حجاب کرنا کسی لفظ کی تشریح و توضیح کو تفسیر کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کہ گویا اس کے مطلوب و مقصود کو بے حجاب کر دیا جاتا ہے۔ یہ تفسیر کا لغوی مفہوم ہے۔ جہاں تک تفسیر کے اصطلاحی معنی کا تعلق ہے۔ مزید تفصیل آگے آ رہی ہے، انشاء اللہ العزیز

تفسیر کا لغوی مفہوم

تفسیر کے لغوی معنی واضح کرنے اور کھول کر بیان کرنے کے ہیں۔

قرآن کریم میں فرمایا:

ولا یاتونک بمثلٍ الاجِئنٰکَ بالحق واحسن تفسیراً.

(الفرقان۔۳۳)

وہ جو مثال بھی آپ کے پاس لائیں گے ہم اس کے عوض آپ کے پاس حق اور اس کی بہترین تفصیل لائیں گے۔

اس آیت میں تفسیر سے بیان و تفصیل مراد ہے۔ لفظ تفسیر کا مادہ ''فسـر'' ہے۔ اس کے معنی ہیں ظاہر کرنا، کھول دینا، اور بے حجاب کرنا۔ فسر مصدر سے فعل ضرب اور نصر دونوں کے وزن پر آتا ہے۔ (القاموس، ج ۲۔ ص ۱۱۰)

''فسر'' کے معنی ہیں اظہار و بیان۔ اس کا فعل باب ضرب و نصر دونوں سے آتا ہے۔ تفسیر کا مفہوم بھی یہی ہے۔ مزید کہتے ہیں کہ فسـر بے حجاب کرنے کو کہتے ہیں۔ تفسیر کرتے وقت بھی مشکل لفظ کے معنی مفہوم کو گویا بے حجاب کر دیا جاتا ہے۔''

(لسان العرب، ج ۲۔ ص ۳۶۱)

مشہور مفسر اور نحوی ابوحیان رقم طراز ہیں:

''سواری کا پلان اتار کر اس کی پیٹھ ننگی کرنے کو بھی تفسیر کہتے ہیں۔ ثعلب نحوی کا یہی قول ہے۔ ظاہر ہے کہ ننگا کرنے میں کشف و اظہار کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ زین اتارنے سے پیٹھ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔'' (البحر المحیط، ج ۱۔ ص ۱۳)

تفسیر کا اصطلاحی مفہوم

علم تفسیر کی تعریف مختصر الفاظ میں ہے کہ کلامِ الٰہی کے ایضاح وتشریح کا نام تفسیر ہے یا یہ کہ تفسیر ایک ایسا علم ہے جو قرآن کے الفاظ و معانی کو واضح کرتا ہے۔

(۱) تفسیر کی تعریف امام زرکشی نے ان الفاظ میں کی ہے:

''تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کی مدد سے نبی اکرم ﷺ پر نازل شدہ قرآن کے معانی سمجھے جاتے اور اس کے احکام و مسائل اور اسرار و حکم سے بحث کی جاتی ہے۔'' (الاتقان، ج ۲۔ ص ۱۷۴)

(۲) تفسیر کی دوسری تعریف یہ ہے:

''تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں بشری استطاعت کی حد تک اس امر سے بحث کی جاتی ہے کہ الفاظ قرآنی سے خداوند تعالیٰ کی مراد کیا ہے۔'' (منہج الفرقان، ج ۲۔ ص ۶)

(۳) تفسیر کی تیسری تعریف حسب ذیل ہے:

''تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں قرآنی آیات کے نزول ان کے واقعات متعلقہ و اسباب نزول نیز مکی و مدنی محکم و متشابہ ناسخ و منسوخ خاص و عام مطلق و مقید مجمل و مفسر، حلال و حرام وعد و وعید، امر و نہی اور عبرت و امثال وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔''

(الاتقان، ج ۲۔ ص ۱۷۴)

(۴) علم تفسیر کی تعریف مختصر الفاظ میں ہے کہ کلام الٰہی کے ایضاح وتشریح کا نام تفسیر

ہے، یا یہ کہ تفسیر ایک ایسا علم ہے جو قرآن کے الفاظ و معانی کو واضح کرتا ہے،

تفسیر عہد رسالت ﷺ میں

قرآن عزیز عربی میں نازل ہوا تھا۔ اس وقت جو لوگ موجود تھے، عربی ان کی مادری زبان تھی۔ اس لیے قرآن کریم کے معانی و مطلوب معلوم کرنے میں انہیں کوئی دقت پیش نہیں آتی تھی۔ تاہم بعض مقامات میں جہاں زیادہ اجمال ہوتا ہے صحابہ خود رسول کریم ﷺ سے دریافت کرلیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کو خداوند کریم نے جہاں دیگر مناسب جلیلہ پر فائز کیا تھا وہاں ایک منصب عالی قرآن عزیز کے مفسر و ترجمان ہونے کا بھی تھا۔

ارشاد فرمایا:

وانزلنآ الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم (النحل:۴۴)

اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا، تاکہ آپ اسے لوگوں کے لیے واضح کردیں۔

چنانچہ تفسیر کا سب سے پہلا بیش قیمت سرمایہ تفسیری روایات ہیں جو مختلف کتب و حدیث میں منقول ہیں۔ امام بخاریؒ نے انہی احادیث کو یکجا کر کے "کتاب تفسیر القرآن" کے نام سے صحیح بخاری میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

تفسیر عصر صحابہ رضی اللہ عنہم میں

سرور کائنات ﷺ کے بعد جب اسلامی فتوحات کا دائرہ آگے بڑھا اور تمدن میں وسعت آئی تو دینی احکام میں نئی نئی صورتیں پیش آنے لگیں۔ اس کے زیر اثر قرآن عزیز کی آیات احکام پر غور و فکر کرنے کی بنا پڑی۔ صحابہ قرآن کی وہی تفسیر بیان کرتے، جو بالواسطہ یا بلا واسطہ رسول کریم ﷺ سے سنی تھی۔ یا جس آیت کا سبب نزول انہوں نے خود ملاحظہ کیا ہوگا یا جو چیز بطریق اجتہاد ان پر منکشف ہوتی۔ صحابۂ کرام میں دس حضرات کو اس فن میں امتیاز حاصل تھا۔ خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ تفسیری

روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ مگر بحیثیت مجموعی تمام صحابہ میں سب سے زیادہ تفسیری روایات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہیں۔ ان کے حلقہ درس نے نہایت وسعت حاصل کی۔ ہزاروں شاگرد پیدا ہوئے۔

تفسیر عہد تابعین رحمہم اللہ میں

عصر صحابہ کے ختم ہوتے ہی تفسیر قرآن کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس مرحلہ کی ابتدا عصر تابعین سے ہوئی۔ جنہوں نے صحابہ کے چشمۂ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھائی تھی۔ صحابہ کی طرح تابعین میں بھی بڑے نامور مفسرین پیدا ہوئے۔ ان میں سے مجاہد عطاء بن ابی رباح عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن بصری، ابوالعالیہ ضحاک اور قتادہ بہت ممتاز ہیں۔ غالباً سب سے پہلے اس فن کی جس نے ابتدا کی وہ سعید بن جبیر تھے، عبدالملک بن مروان نے ان سے تفسیر لکھنے کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے اس کی فرمائش کے مطابق تفسیر لکھ کر دربار خلافت میں بھیج دی۔ عطاء بن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے وہ درحقیقت یہی تفسیر ہے۔ (میزان الاعتدال ذہبی)

مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ اس دور میں تفسیر کے اہم مراکز تھے۔ مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتلامذہ کا فیض جاری تھا۔ ان میں جناب مجاہد متوفی ۱۰۴ھ کا پایہ بلند تھا۔ علامہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ مجاہد کی تفسیر[1] پر اکثر ائمہ مثلاً ثوریؒ، امام شافعیؒ۔ احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ اعتماد کرتے تھے۔ مدینہ میں مکتب تفسیر کی تاسیس حضرت ابی بن کعب کی مساعی کی مرہون منت ہے۔ اکثر تابعین نے آپ سے کسب فیض کیا۔ اور بکثرت تفسیری اقوال ان سے سن کر آگے پہنچائے۔ تابعین مدینہ میں زید بن اسلمؒ، ابوالعالیہ اور محمد بن کعب القرظیؒ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

کوفہ کے مکتب تفسیر کی بناء حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں پڑی۔ اس مدرسہ کے وابستگان دامن میں سے علقمہ بن قیس مسروق اسود بن یزید اور عامر شعبی نے بہت شہرت حاصل کی۔ بصرہ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تفسیر قرآن میں مرجع خلائق تھی۔

عہد رسالت ﷺ سے لے کر دور حاضر تک ہزاروں تفاسیر لکھی گئیں

خلاصہ یہ کہ آغاز نزول سے لے کرتا عصر حاضر مسلمانوں نے کتاب الٰہی کے ساتھ اعتناء کیا اور اس کے مطالب و معانی اور اسرار و نکات معلوم کرنے کے لیے جو مساعی جمیلہ انجام دی ہیں۔ دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔ مگر بایں ہمہ جہد وسعیِ قرآن کریم کی وسعت و جامعیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے بحر معانی میں غواصی کرنے والے ہر شخص کو عجز و تقصیر کا اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں۔ عہد رسالت ﷺ سے لے کر دور حاضر تک ہزاروں تفاسیر لکھی گئیں، اور لکھی جا رہی ہیں۔ مگر فرمان رسول ﷺ کے مطابق قرآنی نکات و اسرار ختم ہونے میں نہیں آتے۔ امام رازی نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ دس ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔ اور اپنے دعویٰ کو دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''قرآن میں پہلی اور پچھلی قوموں کے حالات مذکور ہیں۔ اس میں تمہارے فیصلہ جات بھی مرقوم ہیں۔ یہ فیصلہ کن کتاب ہے، مذاق پر مشتمل نہیں۔ جو ازرہ بغاوت اس کو نظر انداز کرے گا۔ خدا اس کو توڑ پھوڑ دے گا۔ جو اس کو چھوڑ کر کسی اور کتاب سے ہدایت طلب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر دے گا۔ یہ خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہ ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے۔ اس کی وجہ سے خیالات میں بے راہ روی نہیں آتی۔ اور نہ ہی زبان میں الجھن پیدا ہوئی ہے۔ علماء اس کو پڑھتے پڑھتے سیر نہیں ہوتے۔ بار بار پڑھنے کے باوجود اس سے اکتاہٹ اور ملال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ وہی کتاب ہے کہ جب جنہوں نے اسے سنا تو بے ساختہ پکار اٹھے۔ انا سمعنا قرانا عجباً ہم نے عجیب قرآن سنا، جو شخص قرآن کے مطابق بات کرے گا وہ سچ بولے گا۔ اور جو اس پر عمل کرے گا اسے اجر دیا جائے گا۔ جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ عدل وانصاف سے کام لے گا۔ اور

جو اس کی جانب دعوت دے گا، وہ صراط مستقیم پر گامزن ہوگا''۔ (ترمذی، ج ۲۔ ص ۱۴۹)

تفسیر قرآن عزیز کتابی شکل میں

ابتداء اسلام میں حدیث اور تفسیر قرآن عزیز کو یکجا ہی جمع کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ طریقہ بعد میں جاری رہا اور ہے ہر محدث نے اپنی مرتبہ کتاب حدیث میں ''ابواب التفسیر'' کو جمع کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد م ۱۰۲ھ نے تفسیر قرآن عزیز کو کتابی شکل میں جمع کر دیا تھا جس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر ائمہ کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں استشہاد کیا ہے اسی طرح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرتبہ تفسیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر قرآن عزیز روایت کردہ علی ابن ابی طلحہ م ۱۴۳ھ پر بھی اعتماد کیا گیا ہے۔ علی ہذا القیاس تفسیر ابن جریج بھی مکتوبہ شکل میں تھی بلکہ ''ابن خلکان'' کی رائے میں تو اولین تفسیر قرآن عزیز جو کتابی شکل میں تھی وہ ابن جریج ہی کی ہے (واللہ اعلم)

قرآن عزیز کی تفسیر زمانہ نبوت سے لے کر آج تک متعدد اور متنوع طریقوں پر چلی آ رہی ہے اور تفسیر کی ساری سرگزشت دین اسلام سے محبت اور قرآن عزیز کے ساتھ قلبی لگاؤ کا نشان ہے دور اول میں چونکہ مسلمانوں میں عملی زندگی عروج پر تھی اور وہ تفصیلی ابحاث کو سمجھنے کی بجائے ارشادات قرآنی سے منشاء خداوندی سمجھنے کی کوشش کرتے تھے اس لئے ان تفاسیر میں زیادہ تفصیلی ابحاث موجود نہیں البتہ ادبی اور معنوی لحاظ سے الفاظ قرآنی کی تشریح بھی خیر القرون ہی سے چلی آتی ہے گویا یوں کہا جاسکتا ہے ارشادات قرآنیہ کی عملی تفسیر جو صاحب وحی سید دو عالم ﷺ نے فرمائی کو بھی جمع کیا گیا جیسا کہ ابن جریر کی تفسیر میں۔ اور الفاظ قرآنی کی وضاحت کی طرف بھی زمانہ سابق میں توجہ دی گئی جس کے لئے ابن تغلب م ۱۴۱ھ محمد بن السائب الکلبی م ۱۴۶ھ قطرب م ۲۰۶ھ فراء م ۲۰۷ھ کسائی م ۱۸۲ھ اخفش م ۲۱۶ھ کے اسماء گرامیہ سرفہرست ہیں۔ اس لئے تفاسیر قرآن عزیز کا استیعاب بڑا ہی مشکل ہے خلیفہ چلپی نے نو سو تفاسیر کا ذکر فرمایا ہے۔ محدث کبیر حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تفاسیر قرآن کریم کی

تعداد ۲ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔

عہد رسالت ﷺ کے مفسرین قرآن عزیز

سید دو عالم ﷺ پر قرآن عزیز کا نزول ہوا اور آپ ہی نے پھر اس کو لوگوں تک پہنچایا اور ساتھ ہی سمجھایا بھی ہے اس لئے قرآن عزیز کے سب سے پہلے مفسر خود سید دو عالم ﷺ ہیں اور پھر آپ کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی مفسرین قرآن عزیز ہیں کہ ان سعادت مندوں کو قرآن عزیز کے سماع اور اس کی علمی اور عملی تفسیر سننے اور دیکھنے کی سعادت عطا ہوئی مگر ان میں سے چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خصوصی طور پر مفسرین قرآن تھے اس لئے علماء تفسیر نے طبقات المفسرین میں سے پہلا طبقہ مندرجہ ذیل صحابۂ کرام کو بتایا ہے۔

ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مناہل ج ا ص ۳۲)

ان میں سے ہر ایک نے جو خدمات قرآن عزیز کی کی ہیں وہ امت پر بہت بڑا احسان ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا کے لئے سید دو عالم ﷺ کی دعا کہ یا اللہ اس کو قرآن عزیز کی تاویل سمجھا، آپ کی مفسرانہ حیثیت کے لئے عظیم سند اور دلیل ہے اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سینہ مبارک اس قدر مصفیٰ اور مجلی تھا کہ کئی آیات کے نزول سے پہلے ہی آپ نے اس مضمون کا اظہار دربار سید دو عالم ﷺ میں کر دیا تھا جو کہ ''موافقات عمر رضی اللہ عنہ'' کے نام سے امت میں مشہور ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پاک کی تفسیر

امام ابن کثیرؒ نے فرمایا:

الصحابة ادری بذلک لما شاهدوا من القران و الاحوال التی اختصو ابها (مقدمہ ابن کثیر)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس تفسیر کو بہتر جاننے والے تھے کیونکہ

انہوں نے ان حالات اور مواقع کا مشاہدہ کیا ہوا تھا جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔

صحابہ کرام قرآن حکیم کے اولین مخاطب اور خیر امت کی سب سے اعلیٰ قسم تھے ان کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا تھا جس پر قرآن حکیم کی شہادت ہے۔

اولٓئک کتب فی قلو بھم الایمان و ایدھم بروح منه

(مجادلہ:۲۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور ان کو طاقت بخشی اپنی طرف سے روح کے ساتھ۔

اسی ایمان مستحکم کی برکت سے وہ عملی اور اعتقادی کمزوری سے محفوظ تھے جیسا کہ قرآن حکیم ہی کی شہادت ہے۔

و کرہ الیکم الکفرو الفسوق و العصیان اولٓئک ھم الرٰاشدون (الحجرات:۷)

اور برا دکھایا تمہاری نظر میں کفر کو اور گناہ کو اور نافرنی کو۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

گویا محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام مقام قیادت پر فائز ہیں امت کے لئے ان کی اقتداء لازم اور ضروری ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

من کان منکم مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لاتومن علیه الفتنة اولئک اصحب محمدٍ ﷺ کانوا افضل ھذہ الامة ابر ھا قلوبا واعمقھا علما و اقلھا تکلفا اختار ھم اللّٰہ لصحبة نبیه و لاقامة دینه فاعر فوالھم فضلھم واتبعو ھم علی اثرھم و تمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم و سیرھم فانھم کانوا علی

الهدى المستقيم (مشكوة كتاب العلم)

جو آدمی مسنون زندگی اختیار کرنا چاہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان لوگوں کے نقش قدم پر چلے جو دنیا سے پہلے جا چکے ہیں اس لئے کہ زندہ آدمی وقتی فتنوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور یہ قابل اتباع گروہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا گروہ ہے جو اس امت کا بہترین گروہ تھا، دل کے پاکیزہ علم کے گہرے، بہت کم بناوٹی ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لئے پسند فرما لیا تھا اور دین کی اقامت اور اشاعت کے لئے۔ پس تمہیں لازم ہے کہ ان کی فضیلت کا اعتراف کرو اور ان کی پیروی کرو اور حتی المقدور ان کے اخلاق اور اطوار سے راہ نمائی حاصل کرو کیونکہ وہ لوگ صراط مستقیم پر تھے۔

حافظ الحدیث امام حاکم نے مستدرک میں کہا ہے کہ:

''کوئی صحابی جب قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کرے تو وہ صحابی کا قول نہ سمجھا جائے گا بلکہ اس کا حکم حدیث مرفوع کا ہوگا''۔

(مناہل العرفان ج ۱ ص ۴۷۹)

اور اگر سب صحابۂ کرام کسی حکم ثابت یا استنباط شدہ مسئلہ پر اجماع کر لیں تو صحابہ کرام کا یہ اجماع معصوم عن الخطا یعنی اس اجماع سے ثابت شدہ حکم اس طرح غیر متزلزل اور محکم ہوگا جیسا کہ کتاب اللہ سے ثابت شدہ حکم یقینی ہوتا ہے۔

امام سرخسی نے فرمایا:

''جس بات سے صحابۂ کرام اجماع کر لیں تو وہ بمنزلہ کتاب اللہ سمجھی جائے گی''۔ (اصول سرخسی ص: ۳۱۸)

اور اگر صحابہ کرام سے کسی آیت کی تفسیر ماثورہ نہ پائی جائے تو تابعین کے اقوال میں اس آیت کی تفسیر اور تشریح تلاش کی جائے۔ اس لئے حسب ارشاد نبی کریم ﷺ

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔

تابعین بھی خیر القرون میں داخل ہیں

ابن کثیر نے فرمایا:

جب تابعین کسی بات پر اجماع کرلیں تو اس کے صحیح ہونے اور اس کے دلیل ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ (مقدمہ ابن کثیر)

اور اگر سب تابعین کا اجماع تو نہ ہو مگر چند تابعی یا صرف ایک تابعی سے کسی آیت کی تفسیر صحت اور سند کے ساتھ منقول ہو تب بھی وہ تفسیر بعد کے مفسرین کے تفسیر سے مقدم اور زیادہ بہتر سمجھی جائے گی۔ ابن کثیر ہی کا ارشاد ہے کہ:

ایسی صورت میں اکثر ائمہ تفسیر نے تابعین کے قول پر اعتماد کیا ہے اور اس تفسیر ماثور کو ترجیح دی ہے جیسا کہ مشہور تابعی مجاہد کی تفسیر کو دوسری تفاسیر پر فوقیت حاصل ہے۔

کیوں کہ تابعین کا منبع علم اور استناد صحابہ کرام ہی تھے مشہور تابعی عامر شعبیؒ سنہ ۱۰۹ھ نے فرمایا کہ میں نے پانچ سو صحابہ کرام کو پایا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے قرآن کریم کی ہر آیت کی تفسیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھی ہے۔ (رواہ الطبرانی)

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں تفسیر قرآن پر مشتمل مدرسے

صحابہؓ ہی کے دور میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ عراق بھی علوم نبوت کا مرکز بن چکا تھا چنانچہ ان مدارس تفاسیر سے مندرجہ ذیل جلیل القدر تابعین، مفسرین قرآن عزیز سند یافتہ ہوکر نکلے

(۱) مکہ مکرمہ کا مدرسہ تفسیر قرآن عزیز، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سرپرستی میں قائم تھا جس سے سعید بن جبیر، مجاہد بن جبیر، عکرمہ بربری، طاؤس بن کیسان یمانی، عطاء بن ادبی رباح رحمۃ اللہ علیہم فارغ ہوئے۔

(۲) مدینہ منورہ کا مدرسہ تفسیر قرآن عزیز، حضرت ابی بن کعبؓ کی سرپرستی میں قائم تھا جس کے مشہور تلامذہ ابوالعالیۃ، رفیع بن مہران محمد بن کعب قرظی، زید بن اسلم عدوی رحمۃ اللہ علیہم تھے۔

(۳) عراق کا مدرسہ تفسیر قرآن عزیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں قائم تھا جس کے مشہور تلامذہ علقمہ بن قیس کوفی، مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی، اسود بن یزید نخعی، حسن بصری، قتادہ بن دعامہ السدوسی رحمۃ اللہ علیہم تھے۔

مشہور مفسّر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں مشہور مفسر صحابہ کے نام گنائے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت عمر (۳) حضرت عثمان (۴) حضرت علی (۵) حضرت ابن عباس (۶) حضرت ابن مسعود (۷) حضرت ابی بن کعب (۸) حضرت زید بن ثابت (۹) ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مذکورہ صدر اکابر صحابہ کے علاوہ کچھ دیگر صحابہ سے بھی تفسیری روایات منقول ہیں۔ مگر وہ کم ہیں اور ان کو زیادہ شہرت حاصل نہیں ہوئی۔ ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) انس بن مالک (۲) ابوہریرہ (۳) عبداللہ بن عمر (۴) جابر بن عبداللہ (۵) عبداللہ بن عمرو بن العاص (۶) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین

خلفائے راشدین میں سے سب سے زیادہ تفسیری اقوال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عرصہ دراز تک تا خلافت عثمانی امور سلطنت سے الگ تھلگ رہے۔ پھر اس زمانہ تک بقید حیات رہے۔ جب اسلام مختلف اکناف ارضی میں پھیلا۔ عجمی اقوام دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اور اس طرح تفسیر قرآن کی ضرورت پہلے سے بہت بڑھ گئی۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی بکثرت تفسیری اقوال منقول ہین۔ اس لیے کہ اس دور میں لوگ تفسیر قرآن کے محتاج تھے۔ علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم مندرجہ ذیل خصوصیات کے حامل تھے:

(۱) عربی زبان میں مہارت اور اس کے اسالیب بیان سے گہری مناسبت

(۲) قوت اجتہاد واستنباط

(۳) رفاقت نبوی کی بنا پر اسباب نزول سے مکمل آگاہی

البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کی صحبت سے زیادہ مستفید نہ ہو سکے۔ اس لیے کہ ان کی عمر ابھی تیرہ سال کے لگ بھگ تھی کہ آپ نے وفات پائی۔ البتہ کبار صحابہ کی صحبت میں رہنے سے انہوں نے بڑی حد تک اس کی تلافی کر لی تھی۔

نظر بریں اب ہم عہد رسالت ﷺ کے مفسرین صحابہ رضی اللہ عنہم کا تفصیلی تذکرہ کریں گے جن سے قرآن مجید کے تفسیری اقوال منقول ہیں، اور قارئین کرام کو یہ بھی بتائیں گے کہ تفسیر قرآن میں ان کا طرز وانداز کی ایمان افروز جھلکیاں کیا تھی، یہ موضوع اہل اسلام کے ایمان میں اضافہ کا بھی سبب بنے گا، جو کہ ابھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے، (انشاء اللہ العزیز)

بندۂ عاجز وفقیر

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

افضل الخلائق بعد الانبیاء

حضرت ابوبکر عبداللہ صدیق رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ ابوبکر کنیت، صدیق، عتیق القاب اور والد ماجد ابوقحافہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

پیدائش

آپ کی ولادت مکہ معظمہ ۵۷۳ء میں ہوئی نام عبداللہ رکھا گیا۔ قریش کی ایک شاخ بنو تیم سے تھے۔ والدہ ماجدہ کا نام حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا اور کنیت ام الخیر تھی، اوّل اسلام لانے والی تھیں اور آپ کے والد گرامی حضرت ابوقحافہ عثمان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے وقت اسلام لائے اور ۱۴ محرم ۱۴ھ مطابق ۶۳۵ء کو بعمر ۹۷ سال انتقال ہوا۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ آپ کے زمانہ خلافت کے بعد زندہ رہیں تاہم آپ کے والد گرامی سے پہلے انتقال کر گئیں۔

بچپن

آپ کو بچپن میں ہی نیک کاموں کی طرف رغبت اور بُرے کام سے نفرت تھی۔ زمانہ جاہلیت میں شراب، جوا اور عصمت فروشی عام تھی مگر آپ ہر کام سے بچے رہے اور اپنی جان پر حرام کر رکھے تھے۔ آپ با اخلاق اور عصمت و عفت کے محافظ، مسکینوں، غریبوں یتیموں کے دستگیرہ اور مہمان نواز تھے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عہد جاہلیت میں بھی شراب اپنے اوپر حرام کر لی تھی اور لہو و لعب سے کنارہ کش رہتے تھے اسلام لانے کے بعد آپ کے اخلاق و اوصاف میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔

تصدیق کرنے والا پہلا مسلمان

رسول مکرم ﷺ پر جب پہلی بار وحی نازل ہوئی تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ یمن گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر سرداران قریش نے آپ رضی اللہ عنہ سے رسول مکرم ﷺ کے دعویٰ نبوت کا ذکر کیا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی آپ ﷺ رسول خدا ہیں۔ میرے دوست نے کبھی غلط بات نہیں کی ہمیشہ سچ فرماتے رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا قلب صادق تڑپ اٹھا۔ اور اسی وقت آپ اپنے بہترین رفیق کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بلا جھجک پکار اٹھے! میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند کریم وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس لحاظ سے مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا۔ اور اسی شام کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔

ایمان پر استقامت کا مفہوم

حضرت اسود بن ہلال سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا (الاحقاف:۱۳)

(بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے)

اور

الذین اٰمنوا ولم یلبسوٓا ایمانھم بظلم (الانعام:۸۲)

(اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے)

کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تو ساتھیوں نے بتایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، نہ تو انہوں نے دین

بدلا اور نہ ہی گناہ کاری کی تاریکی سے ملوث ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے تو آیات کو ان کے مقام کے علاوہ پر محمول کیا ہے، پھر فرمایا مراد وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جم گئے اور غیر اللہ کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اپنے ایمان کو شرک سے ملوث نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف جلدی کرنے والے تھے۔

دنیا سے بے رغبتی

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (اپنی بیماری کے دوران) پانی مانگا تو آپ کو ایک برتن دیا گیا جس میں شہد ملا پانی تھا۔ جب آپ نے اسے اپنے منہ کے قریب کیا تو وہ رو پڑے اور اردگرد والوں کو بھی رلایا، پھر آپ تو خاموش ہو گئے مگر لوگ خاموش نہ ہوئے، پھر دوبارہ منہ کی طرف کیا تو رو پڑے حتیٰ کہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ آپ سے اس بارے میں سوال بھی نہ کر سکیں گے، پھر آپ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور افاقہ ہوا تب لوگوں نے پوچھا، اس رونے پر آپ کو کسی چیز نے ابھارا؟ فرمایا ایک دفعہ جب میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ ﷺ اپنے آپ سے کسی چیز کو ہٹانے لگے اور فرمانے لگے مجھ سے ہٹ جا، دور ہو جا! حالانکہ میں آپ کے ساتھ کسی کو بھی نہیں دیکھ رہا تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے آپ کو اپنے آپ سے کوئی چیز ہٹاتے دیکھا حالانکہ میں آپ کے ساتھ کسی کو بھی نہیں دیکھتا؟ ارشاد فرمایا۔

هذه الدنيا تمثلت فيها؛ فقلت لها: اليک عنی فتحت
وقالت: اما والله لئن انفلت منی لاینفلت من بعدک

”یہ دنیا ہے جو متشکل ہو کر آئی تو میں نے اس سے کہا مجھ سے دور ہٹ جا تو وہ ہٹ گئی اور کہا اللہ کی قسم آپ تو مجھ سے بچ گئے مگر آپ کے بعد والے لوگ نہیں بچ سکیں گے“۔

حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے اب مجھے خوف ہوا کہ کہیں دنیا مجھے

چمٹ گئی ہے، پس یہ ہے جس نے مجھے رلایا۔

مشکوک رزق سے نفرت و پرہیز

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے لئے غلہ لاتا تھا، ایک شام اس نے کھانا پیش کیا آپ نے اس سے ایک ہی لقمہ لیا تھا کہ غلام نے عرض کیا، آپ ہر شام مجھ سے پوچھا کرتے تھے کیا وجہ ہے کہ آج آپ نے پوچھا نہیں؟ فرمایا شدت بھوک کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اب بتاؤ یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے عرض کیا میں زمانہ جاہلیت میں ایک قوم کے پاس سے گزرا تھا تو ان کے لئے جھاڑ پھونک کی تھی تو انہوں نے کچھ دینے کا مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ آج جب میں ان سے گزرا تو ان کی شادی ہو رہی تھی لہٰذا انہوں نے یہ کھانا مجھے دیا، حضرت نے فرمایا تم تو مجھے ہلاک کرنے لگے تھے، پھر اپنا ہاتھ حلق میں ڈال کر قے کرنے لگے اور لقمہ نکل نہیں رہا تھا، کسی نے کہا یہ تو پانی سے ہی نکلے گا۔ آپ نے پانی کا ایک بڑا برتن منگوایا اور اس سے پی پی کر قے کرنے لگے حتیٰ کہ اس لقمہ کو نکال دیا، کسی نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے یہ سب کچھ آپ نے اسی ایک لقمہ کی وجہ سے کیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر یہ لقمہ میری جان لے کر نکلتا تو بھی اسے نکال کر ہی چھوڑتا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

کل جسد نبت من سحت فالنار اولی به

''ہر جسم جو حرام سے نمو پذیر ہوا ہو تو آگ اس کی زیادہ مستحق ہے''

لہٰذا مجھے خوف ہوا کہ میرے جسم کا کوئی ذرہ اس لقمہ سے پیدا ہو۔

حلیہ مبارک

رنگ سرخ و سفید جسم چھریرا۔ رخسارے سے ذرا دبے ہوئے۔ قد موزوں، پیشانی مبارک عرق آلود۔ نظریں نیچی، پیشانی مبارک بلند چہرہ مبارک اور انگلیوں پر گوشت کم تھا۔ مہندی اور کسم کا خطاب کرتے۔ آپ عاشق رسول۔ فنافی الرسول،

یارِ غار۔ صدیق، عتیق، یکے از عشرہ مبشرہ اور خسر رسول (ﷺ) تھے۔

بیماری

آپ بتاریخ ۷ جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۸۔ اگست ۶۳۴ء بروز اتوار بیمار ہوئے۔ بعض روایات میں مرض کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حارث بن کلدہ کے ساتھ مل کر ایک یہودی نے آپ کو چاولوں میں ملا کر زہر دیا تھا۔ جس کا اثر آہستہ آہستہ ہو گیا اور ایک سال بعد آپ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے۔ بعض کے نزدیک آپ رسول اکرم ﷺ کی جدائی کے غم نے اندر ہی اندر اپنا کام کیا یہ صحیح ہے۔

بیماری کے دوران میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے آپ سے جانشینی کے بارے میں گفتگو کرنے آئے تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا۔ بعد ازاں آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانشینی کا پروانہ لکھانا شروع کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور لوگوں سے پوچھا کیا تم انہیں کو قبول کرتے ہو؟ سب نے بیک آواز کہا۔ ہاں! تب آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وصایا و نصائح شروع کئے۔

انتقال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پندرہ روز علیل رہ کر بتاریخ ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ مطابق ۲۳ اگست ۶۳۴ء بروز منگل کلمہ طیبہ اور یا حی یا قیوم کا ورد کرتے ہوئے حی القیوم سے جا واصل ہوئے۔ عمر ۶۳ سال مدت خلافت دو سال تین ماہ گیارہ دن، مرقد مدینہ طیبہ روضہ رسول ﷺ

غسل

وصیت کے مطابق آپ کو حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ محترمہ) نے غسل دیا

اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بٹایا۔

نماز جنازہ

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی جنازے میں ایک انبوہ تھا اور سبھی چشم پرنم تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ آپ کی لحد رسول مکرم ﷺ کے بائیں جانب اس طرح سے بنائی گئی کہ آپ کا سر حضور اقدس ﷺ کے شانہ مبارک تک آتا تھا۔

تعداد ازواج واولاد

(۱) قتیلہ بنت عبدالعزیٰ

اولاد: حضرت عبداللہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (زوجہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہا)

(۲) حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا (زینب) بنت عامر بن عویمر

اولاد: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما

(۳) حضرت اسماء بنت عمیس

اولاد: محمد

(۴) حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاری رضی اللہ عنہا

اولاد۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

☆......☆......☆

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تعارف

آپ کا اسم گرامی عمر، کنیت ابوحفص اور لقب فاروق ہے۔

والد کا نام خطاب ہے، اور قریش کی شاخ بنوعدی سے تعلق ہے۔

آپ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال اسلام لائے، اور آپ چالیسویں مسلمان ہیں۔ آپ کی روایات ۵۳۹ ہے۔

مسلمان پہلے دارارقم میں نماز پڑھتے تھے، آپ مسلمان ہوئے تو فرمایا اب ہم حرم میں پڑھیں گے، جب ہم حق پر ہیں تو چھپ کر کیوں رہیں؟ اس وقت مسلمانوں کی جماعت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے حرم میں بھیجی اور جب قریش نے ان دونوں کو مسلمانوں کی صف میں دیکھا تو ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ کا لقب فاروق رکھا کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کو جدا کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ آپ کی خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابولؤلؤ مجوسی نے نماز پڑھتے ہوئے آپ کو خنجر مارا جس کی وجہ سے شہید ہوئے۔

یہ واقعہ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ بروز بدھ کا ہے اور وفات و تدفین ۱۰ محرم ۲۴ھ کی ہے۔ ۶۳ سال عمر پائی۔

نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

کلمہ اسلام کا اقرار کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ میرے اسلام کے ابتدائی ایام تھے کہ میری بہن نے اونٹ کے بچے کو مارا اس لئے میں گھر سے نکلا تو اندھیری رات میں کعبۃ اللہ میں داخل ہوا اتنے میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور حجر اسود میں داخل ہو گئے اور جتنی چاہی نماز پڑھی پھر واپس ہوئے اس وقت میں نے ایسی چیز سنی کہ اس جیسی پہلے نہیں سنی تھی، میں بھی نکلا اور آپ کے پیچھے ہولیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا "عمر" فرمایا اے عمر! تم تو مجھے نہ رات کو چھوڑتے ہو نہ دن کو؟ میں ڈر گیا کہ کہیں مجھے بددعا نہ دے دیں تو میں نے کہا "اشھدان لا الٰہ الا اللہ و اشھدانک رسول اللہ" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمر! اسے چھپائے رکھو، میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس کا بھی ویسے ہی اعلان کروں گا جیسا شرک کا کیا کرتا تھا۔

فاروق کا لقب ملنے کی وجہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کا لقب فاروق کس وجہ سے رکھا گیا فرمایا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے تین دن پہلے مسلمان ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیا تو میں نے کہا "اللّٰہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ" پھر زمین میں مجھے حضور اکرم ﷺ کی ذات سے زیادہ کوئی محبوب نہ رہا، میں نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں تو میری بہن نے بتایا آپ صفا کے پاس ارقم بن ارقم کے گھر میں ہیں، میں ارقم کے گھر گیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے اور رسول اللہ ﷺ گھر میں تھے میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو سارے جمع ہو گئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا ہے؟ بتلایا عمر ہے اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے اس کے گریبان کو پکڑا پھر چھوڑ دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً آپ ﷺ کے گھٹنوں پر گر پڑے تو حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! کس احسان سے آئے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اشھدان لا الہ الا اللہ

وحدہ لاشریک لہ واشھدان محمداً عبدہ ورسولہ تو سب گھر والوں نے ایسی آواز سے تکبیر بلند کی کہ مسجد والوں نے سن لیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خواہ ہم مریں یا زندہ رہیں کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم خواہ مرو یا زندہ رہو حق پر ہی ہو، تو میں نے عرض کیا پھر اخفاء کس لئے ہے! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ ضرور باہر نکلیں چنانچہ ہم دو صفوں میں حضور اکرم ﷺ کو لے کر نکلے ایک میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور دوسری میں میں تھا، لشکر سے غبار اڑ رہا تھا جیسے چکی سے آٹا حتیٰ کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ قریشیوں نے میری طرف اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو انہیں ایسی تکلیف پہنچی جو پہلے کبھی نہ پہنچی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس دن میرا نام فاروق رکھا اور اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کو الگ الگ کر دیا۔

چالیسواں مسلمان

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے اپنا وہ وقت یاد ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صرف انتالیس آدمی اسلام لائے تھے۔ اور میں چالیسواں آدمی تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اپنے نبی کی مدد فرمائی اور اسلام کو عزت بخشی۔

اسلام لانے کا واقعہ

حضرت اسامہ بن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنے ابتدائے اسلام کے بارے میں بتاؤں۔ ہم نے کہا ہاں، کہنے لگے میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ دشمنی رکھتا تھا، میں صفا کے قریب ایک گھر میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے میری قمیص کے جوڑ سے پکڑا اور فرمایا اے خطاب کے بیٹے مسلمان

ہو جا۔ اے اللہ اسے ہدایت عطا فرما تو میں نے عرض کیا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ، مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جو مکہ کے راستوں میں سنا گیا۔ اس وقت مسلمان اپنے اسلام کو چھپاتے تھے، جب بھی کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو مشرک لوگ اس سے چمٹ جاتے اور اسے مارتے تھے، میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور اسے بتلایا تو وہ گھر میں چلا گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر میں قریش کے ایک سردار کے پاس گیا اور اسے اپنے اسلام کی خبر دی تو وہ بھی اپنے گھر میں گھس گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ کیا بات ہے لوگوں کو تو مار پڑتی ہے اور مجھے کوئی نہیں مارتا؟ ایک آدمی نے مجھے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے اسلام کی خبر پھیلے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا جب لوگ حجر اسود کے پاس بیٹھے ہوں تو فلاں کے پاس جا کر کہنا میں صحابی ہو گیا تو تمہارا اسلام پوشیدہ نہیں رہے گا چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور کہا تم جانتے ہو کہ میں صحابی ہو گیا ہوں، وہ فوراً اونچی آواز پکار اٹھا کہ خطاب کا بیٹا صحابی ہو گیا ہے پھر وہ مجھے مارتے اور میں انہیں مارتا رہا حتیٰ کہ میرے ماموں نے کہا اے قوم میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے لہٰذا اسے کوئی ہاتھ نہ لگائے! تو وہ سب مجھ سے ہٹ گئے پھر میں نہیں چاہتا تھا کہ میں کسی مسلمان کو مار کھاتا ہوا سنوں اور اسے نہ دیکھو میں نے کہا لوگ مار کھائیں اور میں نہ کھاؤں؟ بس جب قریشی لوگ حجر اسود میں بیٹھے تو میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور کہا سنو! اس نے کہا کیا سنوں؟ میں نے کہا تمہاری پناہ تمہیں واپس لوٹائی جاتی ہے اس نے کہا ایسا نہ کرو میں نے انکار کیا تو اس نے کہا جیسے تم چاہو پھر میں مار کھاتا بھی رہا اور مارتا بھی رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔

سنت نبوی کی مثالی اطاعت

ابوسلمہؒ بن عبید اللہ بن عمرؓ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نئی قمیص پہنی تو مجھے استرا لا کر آنے کو کہا، پھر فرمایا بیٹے میری قمیص کی آستین کھینچ اور اپنے ہاتھوں کو میری انگلیوں کے کناروں پر رکھ پھر جو اس سے لمبا ہو اسے کاٹ دے تو میں نے دونوں جانب سے آستینوں کو کاٹا؛ آستین کا کنارہ

اوپر نیچے ہوگیا، میں نے کہا ابا جان اُسے قینچی سے برابر کرلیں تو بہتر ہوتا فرمایا بیٹے اسے چھوڑ دو میں حضور اکرم ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی قمیص ایسے ہی رہی حتیٰ کہ پھٹ گئی بعض دفعہ میں دیکھتا تھا کہ اس کے دھاگے آپ کے پاؤں پر گر رہے ہیں۔

بوڑھیا کے گھر کام

یحییٰ بن عبداللہ اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کے اندھیرے میں نکلے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھر میں داخل ہوئے پھر دوسرے میں۔ جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گھر میں گئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھیا بیٹھی ہے۔ انہوں نے اس سے کہا، وہ آدمی جو تمہارے پاس آتا ہے اس کا کیا کام ہے؟ اس نے جواب دیا وہ تو اتنے عرصہ سے میرے پاس آرہا ہے، وہ میرے ہاں میرا کام کرنے آتا ہے۔ اور گندی و تکلیف دہ چیزوں کو مجھ سے نکال باہر کرتا ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے طلحہ! تجھے تیری ماں روئے کیا تو عمر کی لغزش ڈھونڈتا ہے؟

تنگ حالی میں خوشی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے امیر المومنین کاش اگر آپ اپنے کپڑوں سے زیادہ کپڑے پہنتے اور اپنے کھانے سے بہتر کھانا کھاتے اللہ تعالیٰ نے رزق میں وسعت عطا فرمائی ہے اور وسائل بہت بڑھا دیئے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تیرا جواب خود تیری اپنی حالت سے دوں گا حضور ﷺ کو جو تنگ حالی پیش آتی تھی کیا وہ تجھے یاد نہیں ہے۔ آپ اسے یاد دلاتے رہے حتیٰ کہ اسے رلا دیا۔ پھر اس سے فرمایا اللہ کی قسم اگر میں کرسکوں تو ان (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی تنگی کی گذران جیسی حالت میں ان کا شریک بن جاؤں، ہوسکتا ہے میں

ان کے ساتھ ان کی خوش حالی کی زندگی پالوں۔

آخرت پر دنیا کا عیش قربان

حضرت حسن نے بیان کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو تم میں سب سے زیادہ نرم لباس والا، سب سے عمدہ کھانا کھانے والا، اور سب سے اعلیٰ گذر بسر والا بن جاؤں، اللہ کی قسم میں پرندوں کے گوشت، روغنیات، مقویات پھلوں کی چٹنیوں اور مرغ کڑاہیوں سے ناواقف نہیں ہوں لیکن میں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو عار دلائی جنھوں نے یہ کام کیا اور فرمایا:

اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا و استمتعتم بھا

(الاحقاف:۲۰)

(تم اپنی دنیوی زندگی حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کرتے تھے)

ہم اپنی آخرت کے لئے باقی چھوڑتے ہیں

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے، آپ نے دیکھا کہ وہ کھانے کو خوب مقوی بنا کر کھاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عراق والو: اگر میں چاہوں تو میرے لئے بھی ایسا خوب کھانا بنایا جائے جیسا تمہارے لئے بنایا جاتا ہے لیکن ہم اپنی دنیا سے باقی چھوڑتے ہیں جسے ہم اپنی آخرت میں پائیں گے کیا تم نے سنا نہیں اللہ تعالیٰ نے جو ایک قوم کے بارے میں فرمایا:

اذھبتم طیاتکم فی حیاتکم الدنیا...... (الاحقاف:۲۰)

(تم اپنی دنیوی زندگی حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم

نافرمانیاں کرتے تھے)

میٹھا، کھٹا پیٹ میں سب برابر ہو جائے گا

حضرت حبیب بن ابی ثابت اپنے بعض اصحاب سے اور وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے جن میں حضرت جابر بن عبداللہ بھی تھے، ان کے پاس کھانے کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا جو روٹی اور زیتون سے بنایا گیا تھا، ان سے کہا لو تو وہ بے دلی سے لینے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا تم جو لقمہ لے رہے ہو وہ دیکھا گیا ہے پس تم کیا چیز چاہتے ہو؟ میٹھا و کھٹا اور گرم و ٹھنڈا پھر پیٹوں میں جا کر گندگی ہو جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہ و بکا

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر گریہ وزاری کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔

تلاوت کر کے رونا

حضرت ہشام بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے روزانہ کے معمولات میں قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتے تو وہ آپ کا گلا گھونٹ دیتی اور رونے لگتے حتیٰ کہ گر جاتے پھر اپنے گھر ہی میں رہتے یہاں تک لوگ آپ کو مریض سمجھ کر آپ کی عیادت کرنے لگتے۔

تین صفوں تک رونے کی آواز

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو تین صفیں پیچھے میں نے ان کے رونے کی آواز سنی۔

امیر المؤمنین نے پیوند لگی قمیص پہن کر خطبہ دیا

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک دفعہ اس حال میں خطبہ دیا کہ آپ پر ایک ایسی چادر تھی جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

احساس ذمہ داری

حضرت داؤد بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر فرات کے کنارے کوئی بکری فضول مر جائے تو میرا خیال ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھیں گے۔

خوف و امید

حضرت یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آسمان سے کوئی آواز دینے والا آواز دے کہ اے لوگو! تم سب جنت میں داخل ہو گے مگر ایک آدمی نہیں ہوگا تو مجھے خوف ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہوں اور اگر کوئی آواز دینے والا آسمان سے آواز دے کہ تم سب جہنم میں داخل ہو گے مگر ایک آدمی نہیں جائے گا تو مجھے امید ہے کہ وہ ایک میں ہوں گا۔

انوکھی تمنا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سنا کہ فرما رہے تھے اے اللہ! اپنے راستہ میں شہادت نصیب فرما، اور اپنے نبی ﷺ کے شہر میں موت عطا کر۔ میں نے کہا یہ کہاں ہو سکتا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ جب چاہے عطا کر سکتا ہے۔

امیر المؤمنین کی عجیب عاجزی اور دعاء

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وادی بطحاء میں ایک ڈھیری بنائی اس پر اپنے کپڑے کی ایک طرف بچھائی اور اس پر لیٹ گئے پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگی اے اللہ! میری عمر بہت ہوگئی ہے، میری طاقت کمزور ہوگئی ہے، میری رعایا پھیل گئی ہے پس آپ مجھے اپنے پاس اٹھالیں اس حال میں کہ نہ میں ذمہ داری کو ضائع کرنے والا ہوں اور نہ حد سے آگے بڑھنے والا ہوں۔

حضرت سلیم بن حنظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں دعا مانگا کرتے اے اللہ! میں اس بات سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ آپ مجھے میری بے پرواہی کی حالت میں پکڑیں یا آپ مجھے غفلت میں چھوڑ دیں یا آپ مجھے غافلین میں سے کردیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی عثمان کنیت ابوعبداللہ غنی لقب اور والد ماجد کا نام عفان اور والدہ ماجدہ حضرت اردی بنت کریز اور حضرت ام حکیم البیضاء بنت سردار عبدالمطلب، سردار عبداللہ کی حقیقی ہمشیرہ اور رسول مکرم ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اور حضرت اردیٰ رسول مکرم ﷺ کی پھوپھی زاد ہمشیرہ تھیں اس طرح سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور مکرم ﷺ کے بھانجے تھے۔ بنوامیہ سے ہیں۔ سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبدمناف پر رسول مکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

ولادت

آپ کی ولادت ۵۷۶ء مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ آپ ذہین ہونہار اور بہت ہی حسین وجمیل تھے۔ آپ کو بچپن ہی میں نیک کاموں کی طرف رغبت اور ہر بُرے کاموں سے نفرت تھی اور مجسمہ حیاء تھے۔ چھوٹی عمر میں لکھنا پڑھنا سیکھنا شروع کیا اور اس میں کمال مہارت حاصل کی۔ عرب میں لکھنے اور پڑھنے کا شوق کم تھا۔ آپ قبل اسلام میں نیک فطرت، بااخلاق، اعلیٰ کردار، شرم وحیاء اور تمام آلودگیوں سے کنارہ کش رہنے والے تھے اور اسلام کے بعد مسلمانوں میں ''کامل الحیاء والا یمان'' کے الفاظ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے ہی استعمال کیے گئے ہیں۔

اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آپ سے گہرے دوستانہ مراسم تھے اور ان ہی کی تبلیغ پر آپ نے اسلام قبول کیا اور بعثت نبوی ﷺ کے شروع ہی میں رسول مکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور پھر عمر بھر اپنی جان و مال دولت سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں مشغول رہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے والے چار میں چوتھا ہوں۔

شادی

رسول مکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا عقد آپ سے کر دیا۔ یہ عقد اتنا بابرکت تھا کہ مکہ معظّمہ میں عام طور پر لوگ کہا کرتے تھے کہ بہترین جوڑا جو کسی آدمی نے دیکھا وہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد رسول مکرم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا یہ نکاح منشائے الٰہی کے مطابق ہوا تھا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً اڑتالیس سال تھی۔ شعبان ۹ھ ۶۳۱ء کو حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا مدینہ طیبہ میں انتقال ہو گیا تھا۔

رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری اور بیٹی بھی ہوتی تو میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عقد کر دیتا۔ ابن الاثیر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول مکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں انہیں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں دیتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی سے نقل ہے کہ لوگوں نے ان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک ایسے شخص تھے جنہیں ملاء الاعلیٰ میں ''ذوالنورین'' کہہ کر پکارا گیا۔ یہ اس لیے کہ وہ رسول مکرم ﷺ کے دو صاحبزادیوں کے شوہر تھے۔

قرآن مجید

سب سے بڑا کارنامہ جو ان کے عہد خلافت میں ہوا وہ عالم اسلام کو ایک مصحف (قرآن مجید) اور ایک قرأت پر جمع کرنا تھا۔ قرآن مجید کو لکھوا کر تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کرنا اور ایک ہی قرأت پر عالم اسلام کو متفق کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ

عنہ کا نہایت ہی عظیم کام ہے اور اسی وجہ سے امت میں ان کا لقب ''جامع القرآن'' مشہور رہوا۔

روایات کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ مصحف کی سات نقلیں کروائیں اور مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، یمن، شام، بصرہ، بحرین اور کوفے میں ایک ایک نسخہ محفوظ کیا گیا۔ مصحف عثمانی کے ان نسخوں میں سے اس وقت چار نسخے دنیا میں محفوظ ہیں۔

(۱) حجرہ نبوی (ﷺ) کا نسخہ (۲) آثار نبویہ (ﷺ) استنبول
(۳) کتب خانہ مصر (۴) کتب خانہ ماسکو

آیت قرآنی کا مصداق

حضرت یحییٰ البکاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امّن ھو قانت اٰناّء اللیل ساجداً و قآئماً یحذر الاٰخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ (الزمر:۹) (بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ و قیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کرر ہا ہو آخرت سے ڈرر ہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کرر ہا ہو) سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

دور خلافت میں سادگی

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد میں ایک چادر اوڑھ کر سوتے ہوئے دیکھا ہے حالانکہ وہ امیر المومنین تھے۔

عبدالملک بن شداد بن الہاد سے مروی ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمعہ کے دن منبر پر دیکھا آپ پر ایک عدن کی بنی ہوئی موٹی چادر (تہبند) جس کی قیمت چار یا پانچ درہم ہوگی اور ایک کوکپڑے کا پرانا ٹکڑا دیکھا جو کوفہ کا بنا ہوا تھا۔

دوپہر کا قیلولہ چٹائی پر

یونس بن عبید کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسجد میں قیلولہ کرنے

والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد میں قیلولہ کرتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ خلیفہ تھے اور آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشان ہوتے تھے اور کہا جاتا تھا یہ امیر المؤمنین ہیں یہ امیر المؤمنین ہیں۔

کھانے میں سادگی

شرجیل بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو تو امارت کا کھانا کھلاتے تھے اور خود گھر میں جا کر سرکہ وزیتون کھاتے تھے۔

کرامت

سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ لوگوں نے دعوت دی جن کی نیت بُری تھی آپ ان کے پاس گئے تو انہیں جدا ہوا پایا اور نامناسب آثار دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ان سے واسطہ نہیں پڑا اور ایک غلام آزاد کیا۔

ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خچر پر سوار دیکھا اور ان کا غلام نائل ان کے پیچھے سوار تھا حالانکہ وہ اس وقت خلیفہ تھے۔

خوف آخرت

حضرت عبداللہ بن رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر میں جنت وجہنم کے درمیان ہوں اور مجھے معلوم نہ ہو کہ میرے لئے کس طرف کا حکم دیا جائے گا تو میں یہ جاننے سے پہلے کہ میں کس طرف جاؤں گا راکھ ہونا پسند کروں گا۔

حیاء وعفت گھٹی میں ملی

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہم ایک مکان میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے کہ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے

نہ زمانہ جاہلیت میں زنا کیا ہے اور نہ زمانہ اسلام میں اور میں اسلام لاکر نہیں زیادہ ہوا مگر حیاء میں (اسلام لاکر حیاء اور بڑھ گیا اور عفت و پاکدامنی کی صفت اور راسخ ہوگئی)

عقبہ بن صھبان کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں میں نے اپنے آلہ تناسل کو دائیں ہاتھ سے نہیں چھوا۔

قبر کا خوف

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہانی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی۔

روکھی روٹی، پانی اور سادہ مکان کے علاوہ سب فالتو ہے

حمران بن ابان کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کھانے کی روکھی روٹی، میٹھے پانی اور گزارہ کے مکان کے علاوہ ہر چیز فالتو ہے ابن آدم کے لئے اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

گناہوں کو جلانے والا کلمہ

مسلمہ بن عبداللہ الجھنی اپنے چچا ابو مشجعہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں ایک مریض کی عیادت کی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ مریض نے یہ کہہ دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس نے اس کلمہ سے اپنے گناہوں کو پھینک دیا اور انہیں جلا دیا۔ میں نے پوچھا کیا کچھ اور کہتے ہو یا اس بارے میں حضور ﷺ سے کوئی بات سنی ہے۔ تو فرمایا بلکہ میں نے یہ

بات حضور ﷺ سے سنی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ مریض کے لئے ہے تو صحیح آدمی کے لئے کیا ہوگا؟ فرمایا یہ کلمہ کہنا صحیح کے لئے زیادہ گناہوں کو جلانے والا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء)

شہادت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا نصف دور آخر نہایت ہی پرسکون رہا۔ فتوحات کی کثرت کے سبب مال غنیمت اور محاصل میں بہت اضافہ ہوا۔ تجارت، زراعت میں بہت ترقی ہوئی۔ اس وجہ سے معاشرے میں بہت خوشحالی پیدا ہوئی مگر ساتھ ہی ساتھ معاشرے میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا گیا۔ اس بگاڑ اور فساد میں بہت سے عناصر کا حصہ تھا۔ کچھ عرب قبائل چپقلش، کچھ غیر مسلم اقوام اور علاقوں کا حلقہ اسلام میں آنا اور کچھ عیسائیوں اور یہودیوں کی سازشیں۔ یہ سب باتیں اس فتنے کے ظہور کا باعث بنیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مزاج میں تحمل بردباری اور فطری طور سے آپ بہت ہی نرم دل تھے اس میں بہت سے لوگ بھی شریک تھے مگر اس کا سرغنہ ایک یہودی عبداللہ بن سبا تھا (جو کہ اپنے آپ کو بظاہر مسلمان کہلاتا تھا)

۳۵ ہجری کے آخر میں باغیوں نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا۔ اس زمانے میں حج کے باعث مدینہ طیبہ تقریباً خالی تھا۔ ان لوگوں نے پہلے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں آنا جانا دشوار کر دیا پھر مکان کا محاصرہ کر لیا جو کم وبیش چالیس دن تک جاری رہا اس دوران کئی بار امیر المومنین نے اپنے مکان کی چھت سے باغیوں کو خطاب فرمایا اور ان کو نصیحتیں کیں۔ رسول مکرم ﷺ کے ساتھ اپنی نیاز مندی کے حوالے دیئے اور اسلام کے لئے اپنی خدمات گنوائیں۔ مگر کسی نے کوئی اثر قبول نہ کیا۔ انہوں نے ان باغیوں کو تنبیہ کی کہ بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر تا قیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے اور نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے۔ باغیوں نے مستعفی کا مطالبہ کیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا مگر آپ نے فرمایا کہ میں مدینہ طیبہ میں کشت وخون سے تم کو باز رکھتا ہوں۔ آخر آپ کی حفاظت کے لیے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم

نے اپنے فرزندوں کو مکان کے باہر مقرر کر دیا۔ ان میں سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شامل تھے۔ اور پھر آخر میں امیر المؤمنین کا پانی بند کر دیا گیا۔ مکان کو آگ لگا دی گئی پتھر مارے گئے مگر آپ نے صبر و تحمل سے کام لیا اور اپنی حمایت میں کسی کو بھی جنگ کی اجازت نہ دی۔ آپ مجسمہ صبر و رضا تھے۔ اب آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہو چکا تھا۔ آخری شب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا۔

ایک رکعت میں ختم قرآن

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے لئے محاصرہ کیا تو ان کی زوجہ نے کہا تم انہیں قتل کرو یا چھوڑ و آپ تو ساری رات قیام کر کے ایک رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھنے والے ہیں۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اشتر سے ہوئی تو فرمایا تم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا اللہ کی قسم تم نے ایک ہمیشہ کے روزہ دار و قائم اللیل کو قتل کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو ان کی زوجہ نے فرمایا یقیناً تم نے اسے قتل کر دیا حالانکہ آپ ایک رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ کر ساری رات عبادت کرتے تھے۔

۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ چند باغیوں نے گھر میں گھس کر رسول اللہ ﷺ کے تیسرے خلیفہ کو اس وقت شہید کر دیا جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۸۲ سال تھی مدت خلافت تقریباً ۱۲ سال ہے۔

نماز جنازہ پڑھی گئی

ابن جریر کے مطابق امیر المؤمنین کی میت حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت کعب بن مالک، حضرت زید بن ثابت اور حضرت حزام رضی اللہ عنہم اجمعین شامل تھے اٹھایا اور بقیع مشرقی جانب ''حش کوکب'' میں سپرد خاک کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک سو چھیالیس احادیث مروی ہیں۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

حلیہ مبارک

قد درمیانہ، رنگ سرخ وسفید، چہرہ مبارک پر چیچک کے نشان داڑھی گھنی، شانے چوڑے، پنڈیاں بھری ہوئی، ہاتھ لمبے اور بال بھی تھے۔ سر کے بال گھنے اور کنپٹی کے بال کانوں تک، دانت چمکدار اور خوبصورت

شہادت کے بعد تاثرات

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شہادت کی خبر مسجد نبوی میں سنی اور فرمایا'' جاؤ اب ہمیشہ کے لیے تمہارے لیے ہلاکت اور بربادی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے پہلا فتنہ قتل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہے اور سب سے آخری فتنہ دجال ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا قتلِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فتنوں کا جو دروازہ کھل گیا وہ اب تا قیامت بند نہ ہوسکے گا۔ اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طرح رنج وتاسف کا اظہار کیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت حمید بن ثور الہلالی، حضرت قاسم بن امیہ بن صامت، حضرت زینب بنت عوام نے ان کی وفات پر الم انگیز مرثیے لکھے۔

حضرت عثمان ذوالنورین، السابقون الاولون غنی، تعبداللہ کانک تراہ، فیاضی وسخاوت میں بمثل سمندر، فنافی الرسول (ﷺ)، مجسمہ جودوسخا، دامادرسول

(ﷺ)، ذوالنورین یکے از عشرہ مبشرہ اور امیر المؤمنین تھے۔

تعداد ازواج اور اولاد

(۱)　حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، اولاد: عبداللہ بعمر ۶ سال وفات پائی۔

(۲)　حضرت سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ اولاد نہیں ہے

(۳)　حضرت نائلہ رضی اللہ عنہ

بعض نے لکھا ہے کہ آپ کے گیارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ (واللہ اعلم)

اللھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ الہٖ وبارک وسلم علیه

ابو الیفظان کا قول ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ماہ ذوالحجہ ۳۵ ہجری بروز جمعۃ المبارک دن کے وقت شہید کیا گیا اور ''حش کوکب'' نامی ایک قطعہ زمین میں مدفون ہوئے جو انہیں کی ملکیت تھا اور انہوں نے اپنی حیاتی میں اسے خرید کر قبرستان بقیع میں اضافہ کر دیا تھا۔ حش کے معنی باغ کے ہیں جس کی جمع الحشان آتی ہے اور کوکب ایک انصاری شخص کا نام ہے اور شاعروں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت خاص عید الاضحیٰ کا دن بیان کیا ہے۔

چنانچہ مشہور شاعر فرزوق کہتے ہیں:

عثمان اذقت لوہ وانتھکو دمہ صبیحه لیلة النخر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب لوگوں نے قتل کیا اور ان کی خونریزی کی تو وہ لیلۃ النحر کی صبح تھی۔

(تاریخ الانساب اردو ص ۱۹۵)

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور زندگی

آپ کا اسم گرامی علی بن ابی طالب اور کنیت ابوالحسن ہے آپ رسول کریم ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی اولاد حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما سے آگے چلی۔ آپ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ آپ کے والد اور والدہ دونوں ہاشمی تھے۔ آپ خلفائے راشدین میں سے خلیفہ چہارم اور بنی ہاشم میں سے اولین خلیفہ تھے۔ آپ نوجوانوں میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کی ہجرت کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ بقول بعض مفسرین یہ آیت آپ ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات (البقرہ:۲۰۷)
لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو خدا کی رضا مندی چاہنے کے لئے
اپنی جان تک فروخت کر دیتے ہیں۔

آپ نے تبوک کے سوا تمام غزوات میں شرکت کر کے کارہائے نمایاں انجام دیئے غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم ﷺ ان کو اہل وعیال کی حفاظت کے لیے خود مدینہ منورہ میں چھوڑ گئے تھے۔ متعدد غزوات میں آنحضور ﷺ نے آپ کو علم عنایت فرمایا۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تھا:

”میں ایسے شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائے گا۔ وہ شخص اللہ و رسول کو چاہتا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کو پسند کرتے ہوں گے۔
پھر آپ نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔“

جب آپ نے مدینہ ہجرت کر کے صحابہ میں رشتہ مواخات استوار فرمایا تو حضرت علی کو اپنا بھائی قرار دیا۔ اور فرمایا ”آپ دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہیں۔ جن

صحابہ کو زندگی ہی میں جنت کی بشارت ملی تھی۔ آپ ان میں سے ایک تھے۔ آپ ۴۰ھ ماہ رمضان میں عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھوں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت تریسٹھ برس تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

آپ علم کے سمندر تھے۔ زور بیان قوت استنباط فصاحت و بلاغت اور شعر و خطابت میں عدیم المثال تھے۔ آپ فیصلہ کن عقل کے مالک اور دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ مشکل مسائل حل کرنے میں صحابہ اکثر آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے آپ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور ان کے حق میں یوں دعا فرمائی۔ ''اے اللہ اس کی زبان کو استقامت اور دل کو ہدایت عطا فرما۔''

چنانچہ رسول کریم ﷺ کی دُعا قبول ہوئی اور آپ ان صفات سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کی قوت فیصلہ ضرب المثل کی حد تک مشہور تھی۔ اس میں حیرت کی بات نہیں۔ اس لیے کہ آپ نبوت کے گھرانہ میں پلے بڑھے۔ علوم و معارف ان کی گھٹی میں پڑے تھے۔ سینہ مبارک مخزن العلوم تھا۔

علقمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے:

''مدینہ کے سب سے بڑے قاضی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔''

عطاء سے دریافت کیا گیا آنحضور ﷺ کے صحابہ میں حضرت علیؓ سے بڑھ کر عالم تھا؟ کہا ''خدا کی قسم مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں، جو ان سے بڑھ کر عالم ہو''
سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات ثابت ہو جاتی تو ہم کسی دوسرے کی جانب رجوع نہ کرتے۔ (اسد الغابہ، ج ۴۔ ص ۱۶۔ م ۱۴)

آپ کا تفسیری پایہ

بہترین قاضی و مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن عزیز

کے اسرار و رموز کے بھی عظیم عالم تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

"میں نے تفسیر قرآن سے متعلق جو کچھ بھی سیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیکھا"۔

ابونعیم الحلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"بخدا مجھے ہر آیت کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ کس ضمن میں اور کہاں اتری۔ مجھے ذات ربانی نے روشن دماغ اور زبان گویا بخشی ہے۔"

ابوالطفیل کا قول ہے:

"میں نے بذات خود سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ فرما رہے تھے "جو پوچھنا چاہو پوچھ لو، خدا کی قسم تم جو بات بھی پوچھو گے میں وہی تمہیں بتاؤں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں دریافت کرلو۔ بخدا کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ دن کو اتری یا رات کو۔ میدان میں اتری یا پہاڑ پر۔"

آپ حضور انور ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں بچپن ہی سے سید دو عالم ﷺ کی کفالت سے مشرف ہوئے اس لئے قرآن عزیز کا سننا اور پھر اس کا سمجھنا آپ کو زیادہ نصیب ہوا چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"قرآن عزیز کا نزول سات حرفوں پر ہوا ہے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں علوم سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔"

یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر قرآن عزیز زیادہ تر آپ ہی سے نقل فرمائی ہے، آپ اکثر اوقات قرآن عزیز کی تفسیر فرمایا کرتے تھے جس کو ابوحمزہ شمالی لکھ لیا کرتے تھے۔ اور خود بھی آپ اپنے پاس تفسیر کا وہ نسخہ رکھا کرتے تھے جس کو "فہم القرآن" کا نام دیا ہے آپ سے پوچھا گیا ہذہ الصحیفہ تو آپ نے فرمایا "فہم

القرآن''۔ آپ کی شہادت ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تفسیری ارشادات اور ان کا پایہ صحت و استفاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بے شمار تفسیری اقوال منقول ہیں۔ حد سے تجاوز کرنے والی اس کثرت نے ناقدین کو مجبور کیا کہ وہ ان اقوال پر جرح و قدح کریں اور اچھی طرح سے ان کی چھان پھٹک کر کے اقوال صحیحہ و سقیمہ کو باہم ممیّز و ممتاز کر دیں۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو تفسیری اقوال منقول ہیں ان میں اقوال صحیحہ کی نسبت موضوع روایات زیادہ ہیں۔ اس کی بڑی وجہ غالی شیعہ کا وجود ہے جنہوں نے حب علی رضی اللہ عنہ کے زعم میں یہ اقوال گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دیے۔ حالانکہ ان کا دامن ان سے پاک ہے۔ یہ اقوال یا تو اپنے عقیدہ کی تشہیر و اشاعت اور استحکام کے لیے وضع کیے گئے اور اس ظن فاسد کی بنا پر کہ جس قدر علمی اقوال کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کیا جائے گا اسی قدر ان کی رفعت شان میں اضافہ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب جو یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ:

''اگر میں چاہوں کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کا بار تیار کروں تو ایسا کر سکتا ہوں۔''

بالکل بے اصل ہے اور شیعہ کے وہم و خیال کے سوا اس کا کہیں وجود نہیں۔

سادگی

دور خلافت سے پہلے جو سادہ مکان تھا اسی میں اپنی زندگی بسر کر گئے اور دور خلافت میں اس مکان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ دور خلافت میں سادہ خوراک استعمال کرتے۔ نمود سے سخت نفرت تھی سادگی آپ کا خاص شعار تھا۔ اور گھر میں کوئی نوکر یا غلام

نہ تھا گھر کا کام خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ بعض دفعہ فاقوں سے دن بسر ہوتا۔ دور خلافت میں آپ بازاروں میں گھومتے۔ بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے۔ کمزوروں اور ناتوانوں کی مدد فرماتے۔ تاجروں اور دکانداروں کو عدل و انصاف کے بارے میں قرآنی آیات پڑھ کر سناتے اور لوگوں کو ناپ تول میں کمی بیشی سے متنبہ فرماتے اور ساتھ ساتھ حکم فرماتے کہ منافع میں دوسروں کا بھی خیال رکھا کرو اور ناپ تول میں فراخدلی سے کام لیا کرو خداوند کریم تمہارے مال میں اپنے غیبی خزانوں سے برکت عطا کرے گا۔ کم تولنے سے پہلے ایک نبی کی قوم کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ یاد رہے تاجر امین صدیق کا حشر انبیاء کے ساتھ ہوگا۔

فیاضی

انفاق فی سبیل اللہ آپ کا ایک امتیازی وصف تھا۔ خود بھوکے رہ کر غریبوں محتاجوں کو کھانا کھلا دیتے تھے۔ آپ کے دروازے سے کبھی بھی کوئی مسائل ہاتھ خالی نہیں گیا آپ فیاضی میں بے مثل سمندر تھے۔

آپ کا ایک بڑا اعزاز یہ ہے کہ آپ امین امت تھے جس دیانت کے ساتھ آپ مسلمانوں کی امانت بیت المال کی حفاظت کرتے تھے۔ آپ ہر طرح کی تکلیفیں خود برداشت کر لیتے تھے مگر اپنے حق سے زیادہ ایک حبہ بیت المال سے لینا حرام سمجھتے تھے۔

شجاعت

آپ کا ایک خاص وصف شجاعت تھا۔ غزوات میں آپ نے جس بہادری و شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ تاریخ میں سنہری کارنامہ ہے۔ اور دلاوری، دریادلی، اور قوت حیدری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ وہ اسلام کی عسکری روایت کا سنہری باب بن گیا۔

قرآن کے علوم میں مہارت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قرآن کریم سات حرفوں پر

نازل کیا گیا ہے اور اس کے ہر حرف کا ظاہر بھی ہے باطن بھی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ظاہر کا علم بھی ہے اور باطن کا بھی۔

جمع قرآن

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں نے قسم اٹھائی کہ میں اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اتاروں گا حتیٰ کہ جو دو تختیوں کے درمیان ہے اسے جمع کرلوں پس میں نے اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اتاری یہاں تک کہ قرآن کریم کو جمع کرلیا۔

شہادت

۱۸ رمضان المبارک ۴۰ھ بروز جمعۃ المبارک بوقت صبح مسجد کوفہ داخل ہوتے وقت بد بخت ابن ملجم نے تلوار سے وار کیا اور تین دن بعد جام شہادت نوش کیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر اور حسنین حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔ نماز جنازہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ دارالامارت کوفہ میں استراحت ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حلیہ مبارک

قد مبارک درمیانہ۔ لحیم وشحیم، پیشانی مبارک کشادہ، جسم اور سر مبارک پر زیادہ بال تھے، پیٹ بڑا، داڑھی مبارک لمبی، شانے چوڑے اور پر گوشت، رنگ سفیدی مائل گندم گون، کولہے بھاری تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ بن مسعود بن غافل اور کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ آپ بنو ھُذیل کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والدہ کا نام ام عبد تھا۔ وہ بھی ہذیل کے قبیلہ سے تھیں۔ والدہ کی جانب منسوب کر کے آپ کو ابن ام عبد بھی کہا جاتا ہے۔ آپ دبلے پتلے پست قامت اور گندم گون تھے۔ آپ بہت پہلے اسلام لائے۔ وہ خود کہا کرتے تھے:

"میں چھٹا مسلمان تھا، ہمارے سوا روئے زمین پر ساتواں مسلمان کوئی نہ تھا۔"

حضرت عبداللہ رسول کریم ﷺ کے بعد اولین شخص تھے جس نے جہراً قرآن پڑھ کر قریش کو سنایا اور اس جرم میں مار کھائی۔ اسلام لانے کے بعد اکثر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے۔ آپ کے لئے وضو کا پانی لاتے، مسواک مہیا کرتے۔ جب رسول کریم ﷺ کھڑے ہوئے تو آپ کو جوتا پہناتے اور جب بیٹھ جاتے تو جوتا اتار کر اپنے پاس رکھ لیتے۔ جب آپ چلتے تو عبداللہ آگے آگے چلتے۔ جب آپ غسل کرتے تو وہ پردہ کرتے اور جب حضور سو جاتے تو وہ جگاتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

"میں اور بھائی یمن سے مکہ آئے۔ ہم نے کچھ عرصہ وہاں گزارا۔ دوران اقامت ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کو خاندان نبوت میں سے تصور کرتے تھے۔ اس لیے آنحضور ﷺ کے گھر میں ان دونوں کی آمد و رفت بہت زیادہ تھی۔"

(صحیح بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ قبلتین کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں

غزوات بدر و احد و خندق و بیعت الرضوان اور دیگر لڑائیوں میں شرکت کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد معرکہ یرموک میں شامل ہوئے۔ وہ حضرت عبداللہ ہی تھے جنہوں نے غزوۂ بدر میں حملہ کر کے ابوجہل کو واصل جہنم کیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی اور عالی مرتبت ہونے کہ شہادت دی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر امیر بنانا چاہتا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ (مسند امام احمد)

آپ خلافت فاروقی وعثانی میں کوفہ میں بیت المال کے خازن رہے۔ پھر آخری عمر میں مدینہ تشریف لائے اور ۳۲ھ میں وفات پائی۔ حسب وصیت خود ان کے بقیع کے قبرستان میں رات کے وقت دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے کچھ اوپر تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مبلغ علم

آپ صحابہ میں کتاب الٰہی کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن سننا پسند فرمایا کرتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مجھے سورۂ نسا پڑھ کر سناؤ'' میں نے عرض کی ''کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالاں کہ قرآن آپ ہی پر اُترا ہے'' فرمایا'' میں دوسروں سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں'' چنانچہ میں نے پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچا:

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بک علی هولآء شهیدا (النساء:۴۱)

ترجمہ: کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گئے، اور آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

تو بے ساختہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

''جو شخص چاہیے کہ قرآن کو اس طرح تر و تازہ تلاوت کرے جیسے وہ اترا تھا تو وہ ابن مسعود کی طرح پڑھے۔''

ابن مسعود خود بھی اپنی ذات کے اس پہلو سے آگاہ تھے اور اس پر نازاں تھے۔ جب عثمانی خلافت میں حضرت زید بن ثابت کو قرآن نویسی کی خدمت تفویض ہوئی تو ابن مسعود نے اسے ناپسند کیا۔ وہ اپنے آپ کو اس خدمت کا اولین حق دار خیال کرتے تھے۔ چنانچہ خود فرمایا۔

''مجھے مصاحف نویسی سے الگ رکھا گیا اور اس شخص کو یہ منصب تفویض ہوا کہ جب میں اسلام لایا تو وہ ابھی ایک کافر شخص کی پست میں تھا''۔ (یعنی زید بن ثابت)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کسی ایسے شخص کا پتہ دیجئے جس کے اخلاق و عادات آنحضور (ﷺ) سے بہت زیادہ ملتے جلتے ہوں اور ہم اس سے استفادہ کریں۔ آپ نے فرمایا:

''ہم صحابہ میں سے کسی کو نہیں جانتے جس کی چال ڈھال ابن مسعودؓ سے زیادہ آنحضور (ﷺ) سے ملتی جلتی ہو۔ صحابہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ ابن مسعودؓ کو سب سے زیادہ تقربّ ربانی نصیب تھا۔''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل بنا کر بھیجا تو اہل کوفہ کو لکھا۔

''میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو امیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو معلم و وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ جلیل القدر بدری صحابہ میں شامل ہیں۔ ان کی بات سنیئے اور ان کی اطاعت کیجئے۔ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو تمہاری جانب بھیج کر تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں سکونت پذیر رہے اور اہل کوفہ حدیث و تفسیر وفقہ کا درس آپ سے لیتے رہے۔ آپ کوفہ کے قاضی و معلم تھے۔ نص کی عدم موجودگی میں اپنی رائے پر عمل کرتے تھے اور اسی طرح آپ اصحاب الرائے کے مکتب فکر کے اولین موسس و بانی قرار پائے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا؛

> ''ہم نے آج تک ابن مسعود جیسا خلیق نرم مزاج بہترین ہم نشین اور ان سے بڑھ کر عابد وزاہد شخص نہیں دیکھا'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں آیا تم خلوص دل سے یہ بات کہہ رہے ہو؟ لوگوں نے کہا ''جی ہاں! فرمایا ''میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میری رائے بھی یہی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر''۔

مندرجہ صدر بیانات اس حقیقت کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اصحاب رسول ؐ میں کیا مرتبہ ومقام حاصل تھا۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔ (اسد الغابہ، ج ۳۔ ص ۲۵۶)

تفسیر میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی شخص قرآن کریم کی دس آیات سیکھ لیتا تو جب تک ان کا معنی ومفہوم اور ان پر عمل کرنا سیکھ نہ لیتا آگے نہ بڑھتا۔ (تفسیر ابن جریر)

اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ ابن مسعود قرآن کریم کے مطالب ومعانی معلوم کرنے کے کس حد تک شائق تھے۔

مشہور تابعی مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

> ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کب اور کہاں نازل ہوئی۔

اور اگر مجھے کسی شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ تفسیر قرآن مجھ سے بہتر جانتا ہے اور سواری وہاں پہنچ سکتی ہے تو میں اس کے یہاں حاضری دے کر استفادہ کرتا''

اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ علوم القرآن کی تحصیل کے سلسلہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر طرح کی جانفشانی اور جانکاہی کے لئے بھی تیار تھے۔

مسروق فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں ایک سورت پڑھ کر سناتے ، اور ان کا اکثر حصہ اس کی تفسیر بیان کرنے میں صرف کر دیتے۔''

ابونعیم الحلیہ میں ابوالحبر ی سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا حضرت ابن مسعود کے بارے میں ہمیں کچھ بتائیے۔آپ نے فرمایا:

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کتاب وسنت کا علم حاصل کیا اور پھر اس پر اکتفاء فرمایا''۔

عقبہ بن عامر فرماتے ہیں:

''میرے علم کی حد تک ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر قرآن کا کوئی عالم نہیں''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن کر ستر سورتیں یاد کیں۔

ابو وائل فرماتے ہیں:

''جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف عثمانی کے سوا باقی تمام مصاحف جلا دیے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا''اصحاب محمد ﷺ جانتے ہیں کہ میں ان سب سے بڑھ کر قرآن کریم کا علم رکھتا ہوں مگر ان سے افضل نہیں ہوں۔اگر مجھے

پتہ چلے کہ کوئی شخص مجھ سے بڑھ کو قرآن کا عالم ہے اور اونٹ وہاں
پہنچ سکتے ہیں تو میں اس کے یہاں ضرور حاضری دوں''۔

ابووائل کہتے ہیں، میں یہ سننے کے لئے لوگوں کے حلقہ میں گھس گیا کہ وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں، چنانچہ میں نے کسی کو بھی اس کی تردید کرتے ہوئے نہ پایا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فرمایا۔

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی عالم نہیں
چھوڑا''۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ بھر میں کتاب اللہ کے معانی ومطالب محکم ومتشابہ حلال وحرام قصص وامثال اور اسباب نزول کے عظیم ترین فقیہ اور عدیم النظیر محدث تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیری روایات

حضور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ تفسیری اقوال ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے زیادہ تفسیری روایات مروی ہیں۔ (الاتقان، ج۲۔ص۱۷۸)

چونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں بودو باش رکھتے تھے۔اس لیے اہل کوفہ آپ کے چشمہ علم وفیض سے زیادہ مستفید ہوئے۔آپ کے تلامذہ میں مسروق بن اجدع، علقمہ بن قیس نخعی، اسود بن یزید اور دیگر علمائے کوفہ شامل ہیں۔

بشارت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں پہلو کے درخت سے

رسول اللہ ﷺ کے لئے مسواک توڑ رہا تھا تو ہوا اس (ٹہنی) کو اوپر اڑا رہی تھی، اور میری پنڈلیاں پتلی تھیں لوگ ہنس پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہیں کیا چیز ہنسا رہی ہے؟ انہوں نے عرض کی ہم اس کی پنڈلیوں کے پتلے ہونے پر ہنس رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پاس سے گذرے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گیا تو انہوں نے بتلایا کہ میری ایک دعا ہے جسے میں کبھی نہیں چھوڑتا (وہ یہ ہے)

اللهم انی اسئلک ایمانا لا یبید و نعیما لا ینفد و قرة عین لا تنقطع و مر افعة نبیک فی اعلی جنة الخلد.

(اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو کبھی کمزور نہ ہو اور ایسی نعمت مانگتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک مانگتا ہوں جو کبھی بند نہ ہو اور جنت الخلد کے اعلیٰ مقام میں آپ کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا مانگ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پاس سے گذرے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے آگے گذرنے لگے تو آپ نے ان کی دعا سن لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابھی پہچانا نہیں تھا تو فرمایا یہ کون ہے؟ تم مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف لوٹے اور پوچھا کہ ابھی دعا تم مانگ رہے تھے اسے میرے سامنے دہرایئے۔ تو انہوں نے کہا انہوں نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور بزرگی بیان کی پھر میں نے کہا:

لا اله لا انت وعدک حق، ولقاء ک حق و الجنة حق

و النار حق ورسلک حق و کتابک حق و النبیون

حق و حمدک حق:

وفات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بعمر ساٹھ سال ۳۲ھ ہجری مطابق ۶۳۵ء

مدینہ طیبہ میں ارتحال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نماز جنازہ

امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بقیع میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلام سے قبل آپ کا نام مابہ تھا، والدہ کا نام بوذ خشان ہے۔ اسلام کے بعد آپ کا نام سلمان رکھا گیا لقب سلمان الخیر ہے اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔

اصلی وطن اصفہان ہے، آپ کے والد وہاں کے ایک گاؤں ''جی'' کے زمیندار تھے۔

خاندان کا مذہب آتش پرستی تھا، آپ بچپن سے ہی سادہ، حقیقت پسند وصاف شفاف طبیعت کے مالک تھے، جب تک آتش پرست رہے تو اس میں بہت لگاؤ اور جذبہ رہا، رات دن آگ کی نگرانی میں مشغول رہتے سخت مجاہدات کرتے۔ پانچویں صدی ہجری کے مشہور فقیہہ محمد بن احمد مشہور بہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے مستند کتاب مبسوط میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''ایران کے نومسلموں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے خدمت میں لکھا کہ وہ اسلام لانے کے فوراً بعد عربی زبان میں نماز نہیں پڑھ سکتے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے سورۃ فاتحہ کا ترجمہ فارسی زبان میں کر کے بھیج دیا جس کو وہ نومسلم عربی زبان سیکھنے تک اپنی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے''۔ (مبسوط مطبوعہ مصر ج اص ۳۷)

اس لحاظ سے آپ قرآن عزیز کے پہلے مترجم اور مفسر ہوئے۔

آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بیمار ہوئے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عیادت کو گئے تو آپ رونے لگے اور فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا تھا تمہارا ساز وسامان ایک مسافر کے زادراہ سے زیادہ نہ ہونا چاہیے اور میرے اردگرد اس قدر سانپ بکھرے پڑے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن کو انہوں نے سانپ کہا وہ سامان صرف ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک تسلہ تھا۔

آخر وقت میں احباب کو نصیحت کی کہ تم میں سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ حج، عمرہ، جہاد قرآن پڑھتے ہوئے جان دے اور فسق وفجور اور خیالات کی حالت میں نہ مرے۔

وقت آخر ہوا تو مشک پانی میں گھول کر اپنے اردگرد چھڑک وایا، تھوڑی دیر بعد

عالم آخرت کو سدھار چکے تھے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا آپ علم کے اول و آخر کو جمع کئے ہوئے تھے اور جو علم آپ کے پاس تھا اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت زازان کندی اور ایک اور صاحب سے مروی ہے کہ ہم ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس بیٹھے تھے تو لوگوں نے آپ سے خوش مزاجی ومزاح کا موقع پایا اور کہا امیر المؤمنین ہمیں اپنے ساتھیوں کے بارے میں کچھ بتلائیں، فرمایا کون سے ساتھی کے بارے میں؟ انہوں نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب کے بارے میں، فرمایا سب حضرت محمد ﷺ کے صحابہ تھے کس کے بارے میں بتاؤں؟ انہوں نے کہا ان کے بارے میں جس کے تذکرہ سے ہم آپ میں نرمی پائیں اور ان پر رحمت بھیجیں (چلو باقیوں کو چھوڑ کر) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتائیں فرمایا تم میں لقمان حکیم جیسا کون ہے؟ وہ تو ہم میں سے اور ہمارے اہل بیت میں سے ایسے آدمی ہیں جنھوں نے علم کے اول اور آخر کو پایا اور کتاب اللہ کے اول و آخر کو پایا، وہ سمندر ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا ترکہ

حضرت عامر بن عبداللہ حضرت سلمان الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جب انہیں موت آنے لگی تو ہم نے ان میں کچھ گھبراہٹ دیکھی، ساتھیوں نے پوچھا اے ابوعبداللہ! آپ کو کونسی چیز گھبراہٹ میں ڈال رہی ہے حالانکہ آپ کو تو بھلائی میں سبقت حاصل ہے، آپ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بڑے غزوات میں اور بڑی بڑی فتوحات میں موجود رہے ہیں؟ فرمایا: مجھے یہ بات غمگین کر رہی ہے کہ ہمارے حبیب حضرت ﷺ ہم سے جدا ہوئے تو انہوں نے ہمارے لئے ایک عہد

چھوڑا اور ارشاد فرمایا: مومن کے لئے مسافر جتنا سامان کافی ہے، پس یہ چیز ہے جس نے مجھے غمگین کیا، عامر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامان جمع کیا گیا تو اس کی قیمت ۱۵ دینار تھی۔

حضرت عبداللہ بن عامر نے پندرہ دینار کہا ہے مگر باقی حضرات کا دس سے کچھ اوپر پر اتفاق ہے۔ (واللہ اعلم)

قدامہ کی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری

حضرت سلامہ عجلی کہتے ہیں دیہات سے میرا بھانجا آیا جس کو قدامہ کہا جاتا تھا، اس نے مجھے کہا میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر انہیں سلام کرنا چاہتا ہوں، ہم حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے گئے تو ہم نے آپ کو مدائن میں پایا، اور آپ اس وقت بیس ہزار کے نگران تھے جبکہ ہم نے آپ کو کھجور کے پتوں کی چٹائی پر بیٹھا ہوا پایا، ہم نے آپ کو سلام کیا، میں نے کہا اے ابو عبداللہ یہ میرا بھانجا ہے جو میرے پاس دیہات سے آیا ہے اس نے آپ کو سلام کرنا چاہا، آپ نے فرمایا اور اس پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو، میں نے کہا اس کا خیال ہے کہ یہ آپ سے محبت رکھتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے۔

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عطاء پانچ ہزار درہم تھی، اور آپ تقریباً تیس ہزار مسلمانوں (کی آبادی) کے امیر تھے اور ایک چادر پر بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے جسے آدھا نیچے بچھا لیتے تھے اور آدھا اوڑھ لیتے تھے اور جب آپ کا تقسیم کا مال ختم ہو جاتا تو اٹھ جاتے اور خود اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا بستر

عمرو بن ابی قرہ کندی سے روایت ہے کہ میرے والد صاحب ابوقرہ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام دیا کہ وہ میری بہن سے نکاح کرلیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ پھر انہوں نے ایک آزاد کردہ باندی سے نکاح کرلیا جسے قیرۃ

کہا جاتا تھا، ابوقرہ کو پتہ چلا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی بات ہے، تو ابوقرہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کہلا بھیجا کہ میں اپنی سبزی کی جگہ میں ہوں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوقرہ کی طرف گئے تو ان کے ساتھ ایک زنبیل تھی جس میں سبزی تھی اور زنبیل کے حلقہ میں اپنا عصا ڈالے ہوئے تھے اور وہ ان کے کندھے پر تھی، پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر پہنچ گئے گھر میں داخل ہوئے اور سلام علیکم کہا، پھر ابوقرہ کی اطلاع دی تو آگے ایک چادر بچھی ہوئی تھی اور اس کے سرہانے اینٹیں رکھی تھیں اور کوئی معمولی سی چیز اور پڑی تھی۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اپنی آزاد کردہ باندی کے بستر پر بیٹھ جو اس نے اپنے لئے تیار کیا ہے۔

احکام قرآنی پر عمل کی پابندی

حضرت ابوھیک اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ سے روایت ہے کہ ہم ایک لشکر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی نے سورۃ مریم پڑھی تو کسی ایک آدمی نے حضرت مریم اور ان کے صاحبزادہ (علیہما السلام) کے بارے میں نامناسب الفاظ کہے، اس پر ہم نے اسے پیٹنا شروع کر دیا حتیٰ کہ لہولہان کر دیا، اس آدمی نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی، اور اس سے آپ کے پاس کسی نے کوئی شکایت نہیں کی تھی، فرمایا اس انسان پر ظلم کیا گیا ہے تو اس نے سلمان کو شکایت کی ہے، پھر ہم آپ کے پاس آئے تو پوچھا، تم نے اس آدمی کو کیوں مارا ہے؟ ہم نے بتایا کہ ہم نے سورۃ مریم پڑھی تو اس نے حضرت مریم اور ان کے صاحبزادہ کو نامناسب کہا، فرمایا اور تم نے اسے آیت کیوں سناتے ہو؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا ہوا کہ

ولا تسبّوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدواً
بغیر علم کذٰلک زیّنّا لکل امّۃ عملھم ثم الٰی ربھم
مّرجعھم فینبّئھم بما کانوا یعملون (الانعام۔۱۰۸)

پھر فرمایا اے اہل عرب کیا تم دین کے لحاظ سے سب سے برے لوگ نہیں تھے؟ اور گھروں (کے ماحول) کے لحاظ سے سب برے لوگ نہیں تھے؟ اور گزر بسر کے لحاظ سے سب سے برے لوگ نہیں تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں غلبہ دیا اور عزت عطا کی، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے غلبہ سے لوگوں کو پکڑو، اللہ کی قسم تم اس سے ضرور رک جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں دیا ہے وہ تم سے لے لے گا اور تمہارے علاوہ کسی اور کو دیدے گا، پھر آپ ہمیں تعلیم کرتے رہے اور فرمایا شام کی دو نمازوں کے درمیان (نوافل) پڑھا کرو کیونکہ یہی تمہارے لئے تمہارے روزانہ کے معمولات کو ہلکا کردیں گی۔ اور رات کو اول حصہ کی غیر ضروری باتوں سے دور کردے گی کیونکہ اول رات کی غیر ضروری باتیں رات کے آخر کا نقصان کرنے والی ہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا گھر

اعمش کہتے ہیں میں نے لوگوں کو کہتے سنا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا میں آپ کے لئے گھر نہ بناؤں؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ چھوڑیئے حتیٰ کہ میں آپ کو خبر دوں کہ میں نے آپ کے لئے ایسا گھر بنا دیا ہے کہ جب آپ اس میں سوئیں تو آپ کا سر اس کے ایک کنارہ پر ہو اور قدم دوسرے کنارے پر اور جب کھڑے ہوں تو آپ کا سر اس کی چھت سے لگ رہا ہو۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا گویا کہ یہی بات میرے دل میں تھی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

سعید بن سوقہ کہتے ہیں ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے گئے جبکہ آپ پیٹ کی تکلیف میں مبتلا تھے، ہم کافی دیر تک آپ کے پاس بیٹھے پھر آپ پر تنگی ہوئی تو اپنی اہلیہ سے فرمایا تم نے اس کستوری کا کیا کیا جو ہم بلنجر سے لائے تھے؟ انہوں نے کہا وہ یہ ہے۔ فرمایا اس میں ڈال کر اور اچھی طرح ملا کر میرے بستر کے

اردگرد چھڑک دو کیونکہ ابھی میرے پاس ایسی مخلوق آنے والی ہے جو نہ جن ہیں نہ انسان، انہوں نے اس پر عمل کیا اور ہم اٹھ کر آ گئے پھر ہم آپ کے پاس گئے تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ بقیرہ سے مروی ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھے بلایا جبکہ آپ ایسے مکان میں تھے جس کے چار دروازے تھے، مجھے فرمایا! اے بقیرہ یہ دروازے کھول دو کیونکہ آج مجھے کچھ حضرات ملنے آئیں گے نہیں معلوم وہ کس دروازے سے داخل ہوں گے پھر اپنی کستوری منگوائی اور فرمایا اسے پانی کے برتن میں گھول دو، میں نے گھول دیا تو فرمایا اسے میرے بستر کے اردگرد چھڑک دے، پھر اتر کر ٹھہر جا تھوڑی دیر بعد مجھے جھانک کر اپنے بستر پر دیکھنا، میں نے جھانکا تو آپ کی روح پرواز کر چکی تھی اور آپ اس طرح تھے گویا بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ (حلیۃ الأولیاء)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

آپ ان چھ خوش بختوں میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ رسالت مآب ﷺ ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور کاتب وحی ہونے کے علاوہ سید دو عالم ﷺ کے عہد مبارک میں بھی فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کا اسم گرامی ابی بن کعب بن قیس انصاری خزرجی تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابوالمنذر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل مقرر کی۔ آپ نے عقبہ اور غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ جب سرور کائنات ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابی آپ کے اولین کاتب قرار پائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا:۔

''ابی مسلمانوں کے سردار ہیں۔''

آپ کی وفات کے بارے میں علماء کا مختلف الرائے ہیں۔ بقول اکثر علماء آپ کی وفات خلافت فاروقی میں ہوئی۔

آپ کا علمی پایہ

حضرت ابی بن کعب سید القرّا تھے اور کاتبین وحی میں شمار ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا:

و اقرھم ابی بن کعب

اور سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں

حضرت ابی کے بہترین حافظ قرآن ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آپ کو قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی سے کہا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ آپ کو سورۃ ''لم یکن الذین کفروا'' پڑھ کر سناؤں حضرت ابی نے عرض کیا'' کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا؟ آپ نے فرمایا'' ہاں یہ سن کر حضرت ابی رونے لگے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابی

سے کہا گیا ''کیا آپ اس پر خوش ہو گئے تھے؟ حضرت ابی نے کہا ''میرے لئے خوشی سے کون سی چیز مانع تھی۔''

قرآن تو خود کہتا ہے:

قل بفضل اللّٰہ و برحمته فبذٰلک فلیفرحوا هو خیر مّمّا یجمعون (یونس۔ ۵۸)

کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل ورحمت کے ساتھ پس اس پر خوشی کا اظہار کریں یہ اس چیز سے بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں۔

تفسیر قرآن میں آپ کا مرتبہ ومقام

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابہ میں کتاب اللہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ غالباً ان کی قرآن دانی کے عوامل ومحرکات یہ تھے کہ حلقہ بگوش اسلام ہونے سے قبل یہ یہود کے علماء میں سے تھے۔ یہ کتب قدیمہ کے اسرار ورموز سے بخوبی آگاہ تھے۔ مزید برآں یہ آنحضور ﷺ کے کاتب وحی بھی رہ چکے تھے یہ ان جملہ اسباب ووجود کی بنا پر آپ کو اسباب نزول ناسخ ومنسوخ اور قرآن کے مقدم ومؤخر سے گہری مناسبت پیدا ہوگئی تھی۔ ان حالات کی موجودگی میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ کسی آیت کا معنی ومفہوم آپ کی سمجھ میں نہ آئے اور آپ رسول کریم ﷺ سے دریافت نہ کریں۔ انہی وجوہ کے پیش نظر آپ کا شمار مشہور مفسرین صحابہ میں ہوتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ کے تفسیری اقوال کو وقعت واعتماد کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

حضرت ابی کا علمی مقام

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ''مشہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور مشہور قاریوں میں ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ عرب میں لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ اسلام کے بعد اس کا چرچا ہوا۔ لیکن یہ پہلے سے واقف تھے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے۔ اور

ان لوگوں میں تھے جنہوں نے حضور ﷺ کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کرلیا تھا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بڑے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ اس چار رکنی بورڈ کے رکن تھے جس بورڈ کو خود سید دو عالم ﷺ نے قرآن کریم کے جمع کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ میں قاری بلکہ ''سید القراء'' کہلائے جاتے تھے کہ مخارج حروف اور اداء کلمات میں آپ سب سے بہتر تھے۔ آپ ان اولین انصار میں سے ہیں جنہوں نے ستر کی تعداد میں عقبہ ثانیہ میں حضور بنی کریم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ آپ سے ۱۶۴/ احادیث مروی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں سب سے بڑی سعادت وہ جو آپ کو سید دو عالم ﷺ نے ''سورة البینه'' سناتے وقت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابی رضی اللہ عنہ! اللہ نے تیرا نام لے کر فرمایا ہے کہ میں قرآن پڑھوں اور تو سنے حضور انور ﷺ نے آپ کو ''سید الا انصار'' کا لقب دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہا کرتے تھے آپ سے قرآنی تفسیر کا ایک عظیم نسخہ روایت ہے جس کو ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے اور پھر ربیع نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے۔ ابو العالیہ کی وفات ۹۶۲ء کو ہوئی۔ اس نسخہ کی تفسیر کو علامہ بغوی نے اپنی تفسیر میں یوں نقل کیا ہے۔

> ''حسین بن مسعود بغوی عن ابی القاسم الحسن بن محمد عن احمد بن محمد السر خسی عند احمد بن اسحق السرخسی عن محمد بن موسی ازدی عن عمار بن حسن همدانی عن عبدالله بن ابی جعفر عن ابی جعفر عن ربیع بن انس عن ابی العالیه عن ابی بن کعب رضی الله عنه و رحمته الله علیهم''

اس طرح محدث کبیر عالم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ نے مستدرک میں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۰ھ نے اپنی مسند میں ان سب تفسیری اقوال کو جمع فرمایا ہے۔ خلیفہ چلپی

رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:۔

''ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تفسیری اقوال کو جمع فرمایا ہے۔''

خلیفہ چلپی نے لکھا ہے کہ: ''ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تفسیر قرآن عزیز میں ایک بڑی کتاب لکھی جس کی اسناد صحیح ہیں''۔

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تفسیر ضخیم ہے جس کو ابوجعفر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے اس سند پر اعتماد کرتے ہوئے ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں تفسیر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو نقل کیا ہے''۔ (مفتاح السعادۃ ج۱ ص۴۰۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق ایک قول تو یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں ۲۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی مگر ابونعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ آپ کی وفات خلافت حضرت عثمانی غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۳۰ھ کو ہوئی۔

''واقدی'' فرماتے ہیں:

هو اثبت الاقاويل عندنا (تہذیب ج۱ ص۱۸۸)

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

ان کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ ابھی حضور ﷺ نے ہجرت بھی نہ فرمائی تھی کہ انہوں نے سترہ (۱۷) سورتیں اس طرح حفظ کرلیں کہ اس کا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پسند تھا۔ جب ان سے عبرانی زبان سیکھنے کے لئے کہا گیا تو صرف پندرہ دن میں کامل دسترس حاصل کر لی اور سترہ دن کی مدت میں سریانی زبان میں مہارت حاصل کر لی۔

پھر ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اس عمر میں ان کے اندر یہ جذبہ موجزن تھا کہ دین کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل کریں۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں روانہ ہونے والا پہلا لشکر چل پڑا تو ان کے ساتھ یہ لڑکا بھی اپنے قد سے لمبی تلوار زمین پر گھسیٹتا ہوا حاضر ہو گیا۔ اسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے اور اس کے اس عزم کو سراہا مگر کم عمری کے بناء پر واپس فرما دیا۔

یہ لڑکا جو شوق اور جذبہ جہاد سے اس لشکر میں شریک ہونے آیا تھا جب اس کو واپس کیا گیا تو اس کی پریشانی کا تصور تو کسی حد تک شاید آپ کرلیں۔ اس کے والدہ جو یہ سوچ رہی تھیں کہ شاید آج میرے شوہر زندہ ہوتے تو وہ اس غزوہ میں شریک ہوتے اور میں انہیں دیکھ کر خوش ہوتی، مگر وہ تو ہجرت سے چھ سال قبل قتل کر دیئے گئے، لیکن وہ ناامید نہیں تھیں وہ آج اس بچہ کو لے حاضر ہوئی تھیں اور اس بات سے خوش ہو رہی تھیں کہ آج میں اپنے لخت جگر کو حضور ﷺ کے جھنڈے تلے اصحاب بدر کے شانہ بشانہ لڑتے ہوئے دیکھوں گی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کروں گی۔

جب ان کے کمسن مگر جوش جہاد سے لبریز بیٹے کو اجازت نہ ملی تو وہ بے حد پریشان ہوئیں مگر ان ماں، بیٹے کو ان کی پریشانی نے مایوس نہیں کیا کہ ہماری طرح بیٹھ جائیں کہ ہم نے اپنے آپ کو پیش کیا مگر انہوں نے قبول ہی نہیں کیا، کیونکہ ان کے پیش

نظر دین کے خدمت تھی نہ کہ خواہش کی تکمیل، چنانچہ شعبہ جہاد میں ان کو موقع نہیں ملا تو قرآن کی خدمت میں مصروف ہو گئے اور قرآن سے اس طرح وابستہ ہو گئے کہ حضور ﷺ نے ان کو کاتبین وحی میں شامل کر لیا۔ یہ حضور ﷺ کے ان پر زبردست اعتماد کی دلیل ہے۔ یہ حضور ﷺ کے لئے صرف وحی کی کتابت ہی نہیں کیا کرتے تھے بلکہ حضور ﷺ بعض دوسری زبانوں میں خطوط لکھوانے کے لئے بعض یہودیوں سے مدد لیا کرتے تھے، مگر حضور ﷺ کو ان پر اعتماد نہ تھا، لیکن مجبوری تھی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر انہوں نے وہ زبانیں سیکھیں تو یہ ذمہ داری انہیں کے سپرد ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتماد کا یہ نتیجہ تھا کہ جنگ یمامہ کے بعد (جس میں حفاظ کرام کی ایک بڑی تعداد شہید ہو گئی تھی) جب حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے قرآن کریم جمع کرنے کا سوچا تو ان کی نظر انتخاب انہی پر پڑی اور ان کو بلا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو ہمیں تمہارے بارے میں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت وحی کا کام کرتے رہے ہو۔ لہٰذا تم قرآن کریم کی آیتوں کو تلاش کر کے انہیں جمع کرو۔''

چنانچہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر انہوں نے اس کام کو بڑی خوبی سے انجام دیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کو اختلاف سے بچانے کے لئے جب ایک نسخہ تیار کرایا گیا جو سب کے لئے واجب الاتباع ہوا۔ اس نسخہ کی تیاری میں بھی انہیں نمایاں حیثیت حاصل ہوئی۔

اس دیانت داری اور معاملہ فہمی کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تین مرتبہ مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ دو مرتبہ حج کے موقع پر جب خود حج کے لئے تشریف لے گئے اور ایک مرتبہ جب شام کے سفر پر گئے۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حج کے موقع پر انہیں کو اپنا نائب متعین فرمایا کرتے تھے۔ یہ حضرت ابو سعید یا ابو خارجہ زید بن ثابت بن الضحاک الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں جن کا شمار فتویٰ قضاء فرائض اور قرأت کے باب میں چوٹی کے لوگوں میں ہوتا

ہے۔جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"افرض امتی زید بن ثابت"

میری امت میں فرائض کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں۔

جن کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: لوگو! جو تم میں سے قرآن مجید کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہے وہ زید بن ثابت کے پاس جائے۔

ان کی وفات کے موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: آج اس امت کا زبردست عالم دنیا سے کوچ کر گیا اور شاید اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کا قائم مقام بنا دے۔اور اس موقع پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس طرح علم چلا جائے گا چنانچہ آج بہت زیادہ علم ہم سے رخصت ہو گیا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا جو مقام تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی، مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کی سواری کی لگام پکڑے تعظیماً کھڑے ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی، گھوڑے کی لگام چھوڑ دیجئے مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہمیں اپنے علماء کی عزت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

اے اللہ! ہمیں علم دین کی تحصیل کے سلسلہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دوسرے اکابر کا نقوش پا کی اتباع نصیب فرما اور اے پرودگار! ہمیں اپنے علماء کی عزت واحترام اور قدر کرنے کی توفیق عطاء فرما جس سے جہالت کی تاریکیاں دور ہوں۔علم کی روشنیاں پھیلیں۔

☆......☆......☆

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور کنیت ابوموسیٰ ہے۔

والد کا نام قیس اور والدہ کا طیبہ ہے آپ کے قبیلہ کا نام اشعر ہے اس لئے اشعری کہلاتے ہیں۔آپ یمن کے رہنے والے ہیں۔

آپ حضور ﷺ کی دعوت کا چرچا سن کر یمن سے چل کر مکہ آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آپ واپس اپنے قبیلہ میں لوٹے تو پوری قوم کو اسلام کی دعوت دی آپ ہی کی دعوت پر آپ کی والدہ محترمہ اسلام لائیں اور مدینہ منورہ حاضر ہوئیں آپ اپنے خاندان کے ذی اثر رئیس تھے آپ کی دعوت پر اثر تھی چنانچہ آپ تقریباً پچاس آدمیوں کو مسلمان کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔

بحری طوفان نے آپ کی کشتی کو حجاز کی بجائے حبش پہنچا دیا تو آپ وہاں سے مہاجرین کی جماعت کے ساتھ ملکر خدمت نبوی میں روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ مدینہ منورہ عین اس وقت پہنچا جب مجاہدین اسلام خیبر فتح کر کے واپس آرہے تھے۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰؓ اور ان کے تمام جماعت کو خیبر کے مال غنیمت سے حصہ مرحمت فرمایا۔

آپ کی وفات کے متعلق روایات مختلف ہیں راجح یہی ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۴۴ھ میں وہی فوت ہوئے تو آپ کی عمر اکسٹھ برس تھی۔

جب مرض الموت میں تھے تو کفن دفن کے متعلق ضروری وصیتیں فرمائیں کہ:

۱۔ جنازہ تیز چال سے لے چلنا۔

۲۔ جنازہ کے ساتھ انگیٹھی نہ لے چلنا۔

۳۔ لحد اور میری میت کے درمیان مٹی روکنے والی چیز نہ رکھنا۔

۴۔ میں نوحہ، بین کرنے والی اور گریبان اور دامن پھاڑنے والی اور سر نوچنے والی

عورتوں سے بری ہوں۔

وصیت سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ روح پرواز کر گئی۔

اہل یمن کے معلم قرآن

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن بھیجا اور حکم فرمایا کہ تم دونوں لوگوں کو قرآن سکھاؤ۔

بصرہ میں تدریس قرآن

ابورجاء عطاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کی اس مسجد میں ہمارے پاس آکر حلقہ میں تشریف فرما ہوتے تھے، گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ دو سفید چادروں میں ہیں مجھے قرآن کریم پڑھا رہے ہیں اور میں آپ ہی سے اقرأ باسم ربک الذی خلق والی سورۃ پڑھی تھی۔ ابورجاء نے کہا قرآن کریم کی یہی سورۃ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے نازل ہوئی۔

خوش آوازی

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جبکہ وہ قرآن کریم پڑھ رہے تھے تو ارشاد فرمایا:

''اے حضرت داؤ علیہ السلام کی آل کے مزامیر سے ایک مزمار عطا کیا گیا ہے''۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے یہ بات حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ سے بیان کی تو فرمایا:

''اب جبکہ آپ نے مجھے نبی کریم ﷺ کی اس بات سے باخبر کیا ہے تو میرے دوست ہو''۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کا ان

پر گزر رہوا جبکہ وہ اپنے گھر میں قرآن کریم پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھیں تو آپ دونوں کھڑے ہوگئے اور ان کی قراءت سنتے رہے پھر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے ملے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

''اے ابوموسیٰ رات میں تم پر گزرا اور میرے ساتھ عائشہ تھی جبکہ تم اپنے گھر میں پڑھ رہے تھے تو ہم کھڑے ہوئے اور تمہاری قراءت سنی''۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ!

''اور میں، اگر مجھے آپ کے تشریف فرما ہونے کا علم ہوجاتا تو آپ کے لئے قرآن کریم کو خوش آواز کر کے پڑھتا''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تذکیر بالقرآن

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہمیں ہمارے رب عزوجل کی یاد دلایئے تو آپ رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی قرأت کرتے۔

آخری وقت کی نصیحتیں

حضرت ضحاک بن عبدالرحمٰن بن عزرب کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وفات جب قریب آئی تو اپنے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا:

''جاؤ، قبر کھودو اور اسے وسیع رکھنا اور گہرا کھودنا''

وہ واپس آئے اور بتایا کہ ہم نے قبر کھود لی ہے، اسے وسیع بنایا ہے اور گہرا کھودا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ دو منزلوں میں سے ایک ہے یا تو میری قبر مجھ پر وسیع کردی جائے گی حتیٰ کہ اس کا ہر کونہ چالیس گز دور ہوجائے گا پھر میرے

لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں اپنی بیویوں، اپنی رہائش گاہوں کی طرف اور اعزاز و اکرام کا جو جو سامان اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تیار کیا ہے اسے دیکھوں گا اور میں آج اپنے گھر کی راہ سے بھی زیادہ سیدھی راہ سے اپنی منزل کی طرف (دیکھتا) ہوں گا، پھر مجھے وہاں کی ہوا اور راحت مجھے اٹھائے جانے تک پہنچتی رہے گی۔

اور اگر دوسری صورت ہوئی اور ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں تو مجھ پر میری قبر تنگ کر دی جائے گی حتیٰ کہ وہ نیزہ کے اپنی لکڑی میں ہونے سے بھی زیادہ تنگ ہوگی پھر میرے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں اس کی زنجیروں، طوقوں اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھوں گا پھر میں آج اپنے گھر کی راہ سے بھی زیادہ سیدھی راہ سے جہنم میں اپنے ٹھکانہ کی طرف جاؤں گا پھر مجھے اس گرم ہوا اور کھولتا پانی میرے اٹھائے جانے تک پہنچتا رہے گا۔

روٹی والے کو یاد کرو

حضرت ابو بردۃ فرماتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا اے میرے بیٹو! روٹی والے کو یاد کرو!

فرمایا ایک آدمی کنیسہ میں عبادت کیا کرتا تھا، میرا خیال ہے اس نے سترہ سال عبادت کی، صرف ایک دن اترنا تھا۔

شیطان نے اس کی نظروں میں ایک عورت کو خوبصورت بنا کر دکھایا تو وہ اس کے ساتھ سات دن اور سات راتیں رہا۔

پھر اس سے اس کا پردہ ہٹ گیا اور توبہ کر کے وہاں سے نکلا اور ہر قدم پر نفل پڑھتا اور سجدہ کرتا۔

ایک رات اسے چبوترے میں گزارنی پڑی جس میں بارہ مسکین رہتے تھے اسے بھوک نے ستایا تو اپنے آپ کو ان بارہ میں سے دو آدمیوں کے درمیان جا گرایا

وہاں ایک راہب تھا جو ہر رات ان مسکینوں کے لئے روٹیاں بھیجتا تھا اور ہر ایک

کو ایک روٹی ملتی تھی، روٹیوں والا آدمی آیا اور ہر ایک کو ایک روٹی دیتے ہوئے اس آدمی پر گزرا جو توبہ کر کے نکلا تھا اور خیال کیا کہ یہ بھی مسکین ہے اور اسے ایک روٹی دے دی۔

جو روٹی سے رہ گیا تھا اس نے روٹی بانٹنے والے سے کہا، تجھے کیا ہے کہ تو نے میری روٹی مجھے نہیں دی، تو اس سے مالدار نہیں ہو جائے گا۔

اس نے کہا کیا تو سمجھتا ہے کہ میں نے تیری روٹی روک لی ہے، پوچھ لے کہ کیا میں نے تم میں سے کسی کو دو روٹیاں دی ہیں؟ سب نے کہا نہیں، تیرا خیال ہے کہ میں نے تیری روٹی روک لی ہے، اللہ کی قسم آج رات تجھے کچھ نہیں دوں گا۔

اس پر اس توبہ کرنے والے نے وہ روٹی اس کی طرف بڑھا دی جس نے اسے دی تھی اور اس نے اسے دے دی جو رہ گیا تھا۔

صبح کو اس توبہ کرنے والے کو موت آئی ہوئی تھی۔

فرمایا، ستر سال کا وزن سات راتوں سے کیا گیا تو سات راتیں بڑھ گئیں پھر سات راتوں کا وزن اس روٹی سے کیا گیا تو روٹی بڑھ گئی۔

پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے بیٹو! روٹی والے کو یاد کرو!

عمل کا اجر حالات کی سنگینی کے مطابق ملتا ہے

ازہر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حمص کے کنیسہ میں نماز پڑھی، پھر باہر آئے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور ثناء کی، پھر فرمایا:

”اے لوگو! آج تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنے والے کے لئے ایک اجر ہے اور تمہارے بعد عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنے والے کے لئے دو اجر ہوں گے۔“ (حلیۃ الاولیاء)

☆......☆......☆

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی انس کنیت ابوثمامہ، ابوحمزہ لقب خادم رسول اللہ ﷺ والد کا نام مالک والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ اور خالہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہ اور ماموں حضرت حرام بن ملحان تھے۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت مدینہ طیبہ ۶ھ بعثت میں ہوئی نام انس رکھا گیا۔ قبیلہ بنونجار تھا۔

دعائے نبوی ﷺ

ایک مرتبہ رسول مکرم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے مودبانہ درخواست کی، یارسول اللہ ﷺ میرے لختِ جگر انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعاء فرمائیں۔ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک دعا فرماتے رہے اور آخر میں ارشاد فرمایا۔

اللّٰھم اکثر مالہ و ولدہ وادخلہ الجنۃ

اے مولا کریم تو اس کے مال اور اولاد میں کثرت بخش اور اسے جنت میں داخل کر۔

اس دعاء مبارکہ کا یہ اثر ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ مال و دولت میں تمام انصار سے بڑھ گئے اور اولاد کی کثرت کی یہ کیفیت تھی کہ انتقال کے وقت ان کے بیٹے و بیٹیوں اور پوتے پوتیوں کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔

اہل سیر کا بیان ہے کہ خداوند کریم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اسی صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا کی تھیں ان کے علاوہ بیسیوں سے زیادہ پوتے بھی انتقال کے وقت موجود تھے۔ اور ان کے کئی صاحبزادے فن حدیث میں شیخ اور امام کا درجہ رکھتے تھے۔

مشہور محدث بصری حضرت ابوعمیر رحمۃ اللہ علیہ عبدالکریم بن محمد بن عبداللہ بن حفص بن ہشام (المتوفی ۲۹۱ھ) بھی انہیں کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی اولاد سے بہت ہی زیادہ محبت تھی اور اپنی اولاد کی تربیت احسن طریقے سے کرتے اور ان کو خود تعلیم دیا کرتے تھے۔

ابوداؤد نے ابوخلدہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے خبر دی کہ انہوں نے کہا میں نے ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ سے حدیث سنی ہے انہوں نے کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس برس رسول مکرم ﷺ کی خدمت کی اور نبی مکرم ﷺ نے انہیں دعا دی تھی اور اس دعا کا یہ اثر تھا کہ ان کا ایک باغ تھا جو سال میں دومرتبہ پھل دیتا تھا اور اس کے پھلوں میں مشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ ابوخلدہ کا نام خالد بن دینار رضی اللہ عنہ ہے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ (اسد الغابہ ص ۱۸۰ جلد نمبر ۱)

آپ کا علمی مقام

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ نہ صرف فیضان نبوی ﷺ میں مسلسل دس برس تک براہ راست بہرہ یاب ہوتے رہے بلکہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی استفادہ حاصل کرتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم وفضل کا مجمع البحرین بن گئے پھر اس علم کو اپنی ذات تک محدود نہ رکھا بلکہ آخری دم تک اس کی اشاعت میں کوشاں رہے اور اس کو غیر معمولی شہرت عطا کی۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں بہت ہی محتاط تھے۔ جب حدیث روایت کر چکے تو غایت احتیاط کی بنا پر کہا کرتے تھے۔

او کما قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

علم وحدیث کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ عنہ علم فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ مختلف دینی مسائل کے متعلق ان کے بے شمار فتاوٰی اور اجتہاد کتابوں میں موجود ہیں جو

ان کے تفقہ فی الدین کا بین ثبوت ہیں وہ ان چند فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو فقہ کی تعلیم دینے کے لئے انتخاب کیا تھا۔ بصرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا حلقہ درس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ تمام عالم اسلام کے دینی تعلیم کے شائقین وہاں پہنچنے لگے۔ یہاں تک کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ سے بھی طالب دین بصرہ پہنچ کر ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نہایت با قاعدگی اور تسلسل سے سالہا سال تک لوگوں کو دینی تعلیم دیتے رہے وہ بہت ہی بلیغ اور فصیح انداز میں درس دیا کرتے تھے اور ایک ایک لفظ ہر طالب علم کے ذہن نشین کراتے اگر کوئی طالب علم سوال کرتا تو اس کو خندہ پیشانی سے جواب دیتے تھے۔ درس و تدریس ساٹھ برس تک دیتے رہے اور ہر طالب علم بقدر ظرف اپنی اپنی جھولیاں بھر کر جاتے اور اس مجلس میں اکثر وقت کے علماء بھی شریک ہوتے تھے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ذہانت کی داد دیئے بغیر نہ رہتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بلند اخلاق و کردار، خادم رسول اللہ۔ فنا فی الرسول، فدا کار رسول۔ عاشق رسول، تمبع سنت نبوی بدری صحابی امر بالمعروف و نہی عن المنکر، شوق جہاد، مجسمہ خشیت الٰہی، جوانمردی، بہادری، شجاعت جود وسخا، صبر و رضا اور علم حدیث وفقہ میں بمثل سمندر تھے۔

لباس

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا لباس خز کا ہوتا تھا اور عمامہ بھی اسی کا ہوتا تھا (خز سوت اور ریشم کا بنا ہوا (کپڑا تھا) لباس صاف ستھرا زیب تن فرماتے تھے۔ اور خوشبو ہمیشہ استعمال کرتے رہے۔

وصال

ربیع الاول ۱۱ھ ہجری میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے غم سے نڈھال اور آنکھوں

سے سیل رواں تھا۔

ترمذی شریف میں ان سے روایت ہے کہ جس دن رحمت دو عالم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے تو مدینہ کی تمام گلیاں جگمگا رہی تھیں اور ہر طرف سے آپ ﷺ کی مدح میں ترانے گائے جارہے تھے۔ اور جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا تو تمام مدینہ تاریک میں تھا اور سبھی شمع رسالت ﷺ کے پروانے غم سے نڈھال تھے۔ مگر صبر کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

نماز جنازہ

جنازے کی نماز حضرت قطن بن مارک کلابی رحمۃ اللہ علیہ نے رقت سے پڑھائی اور پھر چھ ہزار لوگوں نے اسلام کے اس بطل جلیل محبّ رسول، خادم رسول ﷺ کو بصرہ کے نزدیک موضع طف میں سپرد خاک کر دیا۔ خداوند کریم کی کروڑ ہا رحمتیں ان کے لحد پر نازل ہوں۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

آپ کی سیرت وصورت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت پاکیزہ سیرت سے نوازا، جس طرح ان کو نہایت دلکش اور پاکیزہ صورت بھی عطا کی تھی۔ بہت خوبرو حسین و جمیل چہرے مبارک پر نور برستا تھا۔ مزاج میں بڑی نفاست اور پاکیزگی تھی۔ زلفیں لمبی لمبی خوبصورت اور ان پر مہندی لگایا کرتے تھے۔ خوشبودار چیزوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ خلوق نام کی ایک خوشبو تھی جس کی زردی سے چمک پیدا ہوتی تھی۔ بہت مرغوب تھی۔ لوکی (کدو) کا موسم ہوتا تو اکثر گوشت کے ساتھ یہی پکواتے کیونکہ ان کے محبوب آقا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی بہت مرغوب تھی۔ نہایت ہی فیاض اور کریم النفس اور جود وسخا میں بمثل سمندر تھے۔ کھانے کے وقت جتنے شاگرد اور دوست موجود ہوتے ان کو باصرار کھانے میں شریک کر لیتے تھے۔

شاگرد: چند فضلائے کرام کے نام

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سلیمان تمیمی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت انس بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت اسحٰق بن ابی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت یحیٰی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابو بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت حمید الطّویل رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ثمامہ بن عبداللہ بن انس رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت جعد رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ

امام فی الحدیث حضرت عبدالرحمٰن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حالات

آپ کا اسم گرامی عبدالرحمٰن یا عبداللہ کنیت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) آپ جلیل القدر صحابی رسول تھے۔

حضرت محمد بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کا پہلا نام عبد شمس تھا۔ اسلام لائے تو عبداللہ یا عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ بعض نے آپ کا عبد نہم او بعض نے عبد غنم اور بعض نے سکین لکھا ہے۔

حضرت ہشام بن محمد بن السائب الکلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان کا نام عمیر بن عامر تھا۔ اس نے سلسلہ نسب اس طرح لکھا ہے۔

عمیر بن عامر بن عبد ذی الشری بن طریف بن غیاث بن ابی صعب بن ہنتیہ بن سعد ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس۔

اوران کے والدہ ماجدہ دختر صفیح ابن الحارث بن شابی بن ابی صعب بن ہنتیہ بن سعد بن سلیم ابن قہم بن دوس۔ اور ماموں سعد بن صفیح بن دوس کے سخت لوگوں میں سے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں یتیمی کے حالت میں پیدا ہوا اور مسکینی کی حالت میں ہجرت کی۔ بسرت بنت غزواں کا صرف روٹی کپڑے پر ملازم تھا۔ جب وہ لوگ اترتے تھے تو میں ان کی خدمت کرتا تھا اور جب وہ لوگ سوار ہوتے تھے میں حدی (وہ اشعار جن سے اونٹ مست ہو کے خوب چلتا ہے) پڑھتا تھا۔ بسرت مجھے تکلیف دیتی تھی اور مجبور کرتی تھی کہ اکھڑ کر چلوں اور برہنہ پا زمین پر چلوں خداوند کریم نے مجھ پر اپنا خاص فضل کیا کہ اس سے میرا نکاح ہو گیا تو میں بھی اسے تکلیف دیتا تھا کہ وہ کھڑے ہو کر اور برہنہ پا زمیں پر چلے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے دین معتدل و مستقیم بنایا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو امام بنایا۔

حضرت عراک بن مالک رضی اللہ عنہ کے والد نے اپنی قوم کے ایک گروہ سے

روایت کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ بطور وفد کے مدینہ طیبہ میں بنی غفار کے ایک شخص کو جن کا اسم گرامی حضرت سباع بن غرفۃ رضی اللہ عنہ تھا اپنا جانشین بنایا تھا وہ نماز فجر میں تھے انہوں نے پہلی رکعت میں سورہ مریم اور دوسری رکعت میں ویل للمطففین پڑھی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ستائیس سال تھی۔

آپ کی کنیت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) اس لیے تھی کہ آپ کے پاس ایک چھوٹی بلی تھی جس سے آپ انتہائی محبت کرتے تھے اور اس کو دن کے وقت اپنے پاس رکھتے تھے اس وجہ سے آپ کی کنیت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور ہوئی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے معنی بلی کے باپ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کون حاصل کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اخلاص کے ساتھ اپنے دل سے کلمہ طیبہ کہے گا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی مہاجرین کو بازار کے معاملات مشغول رکھتے تھے۔ اور میرے ساتھی انصار کو ان کی زمینیں اور ان کا انتظام مشغول رکھتا ہے۔ میں ایک مسکین آدمی تھا۔ اور بہت زیادہ ہادی برحق علیہ الصلوۃ والسلام کی ہم نشینی اختیار کرتا تھا۔ جب وہ لوگ باہر ہوتے تھے تو میں حاضر ہوتا تھا اور جب لوگ بھولتے تھے تو میں یاد کرتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ہادی برحق علیہ الصلوۃ والسلام سے دو ظرف بھر کر (حدیثیں) یاد کیں لیکن ان میں سے ایک (ظرف) کو تو میں نے پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ گلا کاٹ ڈالا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر میں تم لوگوں کو سب بتا دوں جو میں جانتا ہوں تو لوگ مجھے ڈھیلے ماریں اور کہیں کہ ابو ہریرہ مجنون ہے۔

حضرت وہب بن کیسان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خز (سوت وریشم میں ملا ہوا کپڑا) پہنتے دیکھا اور ان کے پاس ایک خاکی رنگ کی چادر تھی جو خز سے بنی ہوئی تھی۔

حفظ حدیث کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم کہتے ہو ابو ہریرہ نبی کریم ﷺ سے بہت حدیثیں روایت کرتا ہے اور تم کہتے ہو کہ مہاجرین وانصار کو کیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے ابو ہریرہ کی طرح احادیث روایت نہیں کرتے، حقیقت یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائیوں کو خرید وفروخت بازاروں میں مصروف رکھتی تھی اور انصار بھائیوں کو ان کے اموال (کھیت وباغات) کی مصروفیات ہوتی تھیں اور میں صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین آدمی تھا صرف پیٹ کے بھرنے پر نبی ﷺ کے خدمت میں موجود رہتا تھا (یعنی) میرا کوئی کاروبار مصروفیات نہ تھی وہیں صفہ میں ہی جو ملتا کھا پی لیتا اور خدمت نبوی میں حاضر رہ کر آپ ﷺ کے ارشادات کو سنتا اور یاد کرتا) جب وہ نہ ہوتے میں حاضر ہوتا اور جب وہ بھولتے تو میں یاد رکھتا۔

عجمیوں کے لئے بشارت

ابو یزید المدنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر آپ ﷺ سے ایک درجہ نیچے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ابو ہریرہ کو اسلام کی ہدایت دی۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ابو ہریرہ کو قرآن کریم کا علم عطا فرمایا۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ابو ہریرہ پر حضور ﷺ کے ذریعہ احسان کیا۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے اچھا کھلایا اور مجھے ریشم پہنایا، سب

تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے میرا نکاح عزوان کی بیٹی سے کرایا بعد اس کے کہ میں صرف پیٹ کے کھانے پر اس کا نوکر تھا۔ اور تو نے مجھے سواری دی جیسا کہ اسے سواری دی، پھر فرمایا عرب کے لئے اس شر سے ہلاکت ہے جو قریب ہو چکا ہے، ان کے لئے لڑکوں کی امارت سے ہلاکت ہے جوان میں خواہش نفس سے فیصلے کریں گے اور غصہ میں آ کر قتل کریں گے۔ اے عجمیو! تمہیں بشارت ہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر دین آسمان کی چوٹی کے ساتھ ہوتا تو بھی لوگ اسے حاصل کر لیتے۔

حلیہ مبارک

آپ کا رنگ گورا، گندمی گون، دانت خوب چمکدار، آگے کے دو دانتوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا، سر کے بالوں کو گوندھتے تھے، داڑھی کو مہندی کا خضاب کرتے تھے۔

لباس مبارک

کرتہ تہمند، سر پر سیاہ پگڑی، اور دو چادر کتان گیرو رنگ کی، ناک چھنکنی چادر یا رومال خز کا (سوت اور ریشم سے بنی ہوئی) آپ کا لباس خز کا ہوتا تھا۔

آپ یتیمی اور مسکینی میں پیدا ہوئے اور بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ اسلام لانے کے بعد اور ہادی برحق علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا مبارک سے مسکینی جاتی رہی اور فراوانی ہوگئی اور لباس خز سوت اور ریشم سے بنا ہوا پہنتے تھے۔ آپ کا مزاج بہت نرم تھا۔ حضرت اسحاق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین امارت بنا کر بھیجا اور آپ سے انہوں نے پوچھا کہ امارت کو کیسا محسوس کیا۔ انہوں نے کہا جس وقت معزول کیا تو میں اسے پسند کرتا تھا۔

رمضان المبارک ۵۸ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ امہات المؤمنین کا انتقال ہوا اور ماہ شوال ۵۹ھ میں امہات المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کا مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دونوں موقعوں پر نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت حاصل کی ہے۔

انتقال

آپ کے دور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۵۹ھ ۶۷۹ء مدینہ طیبہ میں بعمر ۷۸ سال انتقال ہوا۔ نماز جنازہ ولید بن عتبہ امیر مدینہ طیبہ نے پڑھائی۔ جنازہ کے آگے حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ اور مروان چل رہے تھے۔ مرقد جنت البقیع

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خادم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ہمہ وقت پیرو مرشد کی صحبت میں بیٹھے رہتے تھے اور قلیل عرصہ چار سال میں آپ حدیث کے امام بن گئے۔ آپ سے آٹھ سوافراد نے روایت کی ہے اور آپ سے ۵۳۷۴ حدیثیں مروی ہیں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے حدیث جمع کرنے میں آپ کا اوّل نمبر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام خاص ہے جسے چاہے نواز دے اور رسول مکرم ﷺ کی دعاؤں سے آپ حدیث جمع کرنے میں امام ہیں اور یہ سب کچھ خدمت نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کا صلہ ہے۔ اگر پیر و مرشد کسی اور پر خوش ہو جائیں تو بہت کچھ عطا کر دیتے ہیں بلکہ بغیر محنت سے مالا مال کر دیتے ہیں خدمت ادب۔ احترام سے کئی عقدے حل ہو جاتے ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ والد محترم امیر المؤمنین، خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

آپ کا سلسلہ نسب کعب بن لوی پر حضور اکرم ﷺ کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔ ۳ھ میں غزوۂ احد کے موقع پر آپ کی عمر چودہ برس تھی۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ کی پیدائش تقریباً بعثت کے دوسرے سال میں ہوئی۔ ۶ نبوی میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو آپ تقریباً پانچ سال کے ہوں گے۔

آپ نے تراسی چوراسی برس عمر پائی، حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک آپ کے پاؤں میں چبھ گئی جو کہ زہر میں بجھی ہوئی تھی، یہ زہر جسم میں سرایت کر گیا اور یہی زخم موت کا باعث بنا۔

آپ جب بیمار تھے تو حجاج عیادت کے لئے آیا، حال پوچھنے کے بعد کہا کاش مجھے ملزم کا علم ہو جاتا تو میں اس کی گردن اڑا دیتا، آپ نے فرمایا تم ہی نے یہ سب کچھ کیا ہے اور پھر کہتے ہو کہ میں مجرم کو قتل کر دیتا، نہ تم حرم میں اسلحہ باندھنے کی اجازت دیتے نہ یہ واقعہ پیش آتا۔ یہ سن کر حجاج خاموش ہو گیا۔

آپ کی تمنا مدینہ کی موت کی تھی، بار بار دعا کرتے یا اللہ مجھے مکہ میں موت نہ دے۔ اپنے صاحبزادے حضرت سالم کو وصیت کی اگر میں مر جاؤں تو مجھے حرم کی حدود سے باہر دفن کرنا کیونکہ جس زمین سے ہجرت کی ہے اسی میں پیوند خاک ہوتے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

وصیت کے چند دنوں بعد علم و عمل کا یہ روشن آفتاب ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔

وصیت کے مطابق آپ کو حدود حرم سے باہر دفن کرنے کی کوشش کی گئی مگر حجاج آڑے آیا اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی، مجبوراً "فخ" مہاجرین کے قبرستان میں دفن

کیا گیا۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

کامل نیکی کی طلب کا عملی جذبہ

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کوئی چیز بہت ہی اچھی لگتی تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیتے۔

آپ کے غلام آپ کے اس مزاج کو پہچان چکے تھے،تو بعض دفعہ ان میں سے کوئی پوری طرح مستعد ہوکر مسجد کو لازم پکڑ لیتا تو جب آپ اسے اس اچھی حالت پر دیکھتے تو آزاد کر دیتے۔

اس پر آپ کے ساتھیوں نے آپ سے کہا:

''اے ابوعبدالرحمٰن! اللہ کی قسم سوائے آپ کو دھوکہ دینے کے ان کی اور کوئی غرض نہیں ہے۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

''جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے نام سے دھوکہ دیتا ہے تو ہم اس کے دھوکہ میں آجاتے ہیں''۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک شام دیکھا کہ آپ اپنے ایک اعلیٰ اونٹ پر سوار ہوکر جارہے ہیں جو آپ نے بہت بڑے مال کے عوض خریدا تھا، جب آپ کو اس کی چال اچھی لگی تو اسی جگہ اسے بٹھا دیا اور اس سے اتر کر فرمایا۔

''اے نافع! اس کی لگام اور کجاوہ اتارلو اور اس پر جُل ڈالو، اس کا اشعار کر و اور اسے قربانی کے اونٹوں میں داخل کر دو۔''

آپ نے اپنی باندی جسے رمیثہ کہا جاتا تھا کو آزاد کر دیا اور فرمایا میں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں۔

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مماتحبون (آل عمران:۹۲)

(تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے حتیٰ کہ وہ خرچ کرو جسے تم پسند کرتے ہو)

اپنی خواہش کی قربانی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیمار تھے تو مچھلی کی طلب کی، جب مچھلی آپ کے سامنے رکھی گئی تو ایک سائل آیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسے مچھلی دے دو!

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ نے کہا ہم اسے درہم دیدیتے ہیں اور وہ اس کے لئے زیادہ مفید ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مچھلی سے اپنی طلب پوری کریں۔

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری طلب وہ ہے جس کا میں ارادہ کر رہا ہوں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا کھانا اوروں کو کھلا دیتے

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ کو آپ کے بارے میں تنبیہ کی گئی اور کہا گیا کہ آپ اس بزرگ سے نرمی نہیں کرتیں؟

انہوں نے کہا میں ان کے ساتھ کیا کروں ہم ان کے لئے جو کھانا بناتے ہیں یہ دوسرے کھانے والوں کو بلا لیتے ہیں۔

آپ کی اہلیہ نے ان سب کی طرف کھانا بھیجا اور کہا اگر تمہیں یہ بلائیں تو نہ آنا۔

اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا تمہارا ارادہ یہ ہے کہ میں شام کا کھانا نہ کھاؤں چنانچہ اس رات کھانا نہ کھایا۔

یتیم پروری

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا نہ کھاتے مگر آپ کے دسترخوان پر کوئی یتیم ضرور ہوتا۔

چالیس سال پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آزاد غلام عبیداللہ بن عدی عراق سے آیا تو آپ کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا، عرض کیا میں آپ کے لئے ایک ہدیہ لایا ہوں۔

پوچھا کیا ہدیہ ہے! اس نے عرض کیا جوارش ہے۔ پوچھا جوارش کیا ہوتی ہے؟ اس نے عرض کیا وہ کھانا ہضم کرتی ہے۔

فرمایا چالیس سال ہوگئے میں نے اپنا پیٹ کھانے سے نہیں بھرا تو میں اس کا کیا کروں گا؟

سامان تکبر سے پرہیز

قزعہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر کھردرے کپڑے دیکھے تو عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن میں آپ کی خدمت میں ملائم کپڑے لایا ہوں اور میری آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہوں گی کہ میں انہیں آپ کو پہنے ہوئے دیکھوں، کیونکہ آپ نے کھردرے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے دو میں دیکھوں تو سہی!

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے ہاتھ سے ٹٹولا اور پوچھا کیا یہ ریشم ہے؟ میں نے کہا نہیں یہ کاٹن ہے۔ فرمایا "میں انہیں پہننے سے ڈرتا ہوں، میں اس سے ڈرتا ہوں کہ میں اترانے والا تکبر کرنے والا ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔"

حضور ﷺ کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا:

> "محبت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کر اور نفرت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کر، اللہ ہی کے لئے دوستی کر اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کر، کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کرسکو گے مگر اسی سے اور آدمی ایمان کی لذت نہیں چکھتا اگرچہ اس کی نمازیں اور روزے بہت ہوں جب تک وہ اسی طرح نہ ہو جائے۔"

اور اب لوگوں کے دوستانہ تعلقات دنیاوی مفادات کی بنیاد پر ہوتے ہیں حالانکہ دنیا دنیا والوں سے کچھ بھی کفایت نہیں کرتی۔

اور مجھ سے فرمایا: اے ابن عمر! جب تم صبح کرے تو اپنے دل میں شام کا خیال نہ لا اور جب شام کرے تو صبح کا خیال دل میں نہ لا، اپنی صحت میں بیماری کے لئے سامان کر لے اور زندگی میں موت کا سامان کر لے کیونکہ اے عبداللہ تم نہیں جانتے کہ کل تمہارا نام کیا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے جسم کا ایک حصہ کو پکڑا اور فرمایا:

''دنیا میں پردیسی کی طرح یا مسافر کی طرح رہو، اور اپنے آپ کو قبرستان والوں میں شمار کرو۔'' (حلیۃ الاؤلیاء)

☆......☆......☆

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی جابر کنیت ابوعبداللہ والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ان کا تعلق خزوج کی شاخ بنوسلمہ سے تھا۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت ہجرت نبوی ﷺ سے تقریبا انیس سال پہلے سنہ ۲۰۴ھ میں ہوئی نام جابر رکھا گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں سلیم الفطرت ۔ بیواؤں یتیموں کے سرپرست ۔ بلند اخلاق وکردار۔ مجسمہء عہد وفا۔ جوانمرد بہادر۔تلوار اور نیزہ کے خاص واقفیت رکھنے والے۔لہولعب سے کنارہ کش ۔صاحب الرائے ۔ذی فہم ۔منصف مزاج۔ مہمان نواز اور فیاض تھے۔ بنوسلمہ کی آبادی حرہ اور مسجد قبلتین تک پھیلی ہوئی تھی۔لیکن خاص حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا خاندان قبرستان اور ایک چھوٹی سی مسجد کی درمیان آباد تھے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دادا عمرو بن حرام اور والد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے روساء میں سے تھے ایک چشمہ عین الازق اور کئی قلعے ان کے ملکیت تھی تاہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی اکثر مقروض رہتے تھے۔ کیونکہ وہ بڑے کثیر العیال اور بہت ہی فیاض تھے۔اکثر ارباب سیر کا بیان ہے کہ وہ بعیت عقبہ کبیرہ سنہ ۱۳ھ بعد بیعت کے موقع پر اپنے والد گرامی کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔اس وقت ان کی عمر انیس سال کی تھی۔

آپ کا علمی مقام

قرآن وحدیث اور فقہ سے خاص شغف تھا اور اپنے وقت میں عظیم مفتی تھے۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ صرف اہل مدینہ کے ہی نہیں بلکہ اس آفتاب علم کے پرتو سے تو مکہ معظّمہ۔یمن ۔عراق اور مصر تک کے لوگ مستفیض ہوئے۔ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے

مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان فضلائے صحابہ میں سے ایک تھے۔ جو مدینہ طیبہ میں فتوی دیا کرتے تھے اور ان کے فتوؤں پر پورا پورا اعتماد کیا جاتا تھا۔

احادیث: روایات حدیث کے اعتبار سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابہ عظام کے طبقہ اول میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ اور مرویات کے تعداد کے لحاظ سے صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان سے بڑھ کر ہیں۔ کثیر الروایات ہونے کے باوجود حضرت جابر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے وقت پوری احتیاط سے کام لیتے تھے۔ ان کے علم سے تابعین کے سبھی طبقے بہرہ یاب ہوئے البتہ جو اصحاب ان کے خاص شاگردوں میں سے تھے کچھ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت امام محمد باقر۔ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ۔ حضرت محمد بن عمرو بن حسن۔ حضرت سعید بن ابی بلال۔ حضرت محمد بن منکدر۔ حضرت حسن بن محمد حنیفہ حضرت سعد بن مینا۔

انتقال

۷۴ھ ہجری میں پیغام اجل آ پہنچا اور عالم اسلام کی اس برگزیدہ ہستی نے اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر جنت الفردوس کی جانب سدھارے۔ روایت کے مطابق حجاج بن یوسف نے نماز جنازہ پڑھائی اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سے حضرت امارب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع غرقد میں محو استراحت ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اولاد

دو بیویوں سے تین صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن یا عبداللہ۔ حضرت عقیل۔ حضرت محمد اور تین صاحبزادیاں۔ حضرت ام حبیب۔ حضرت حمیدہ۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ کنیت ابو محمد و ابو عبدالرحمٰن ہے۔ والد کا نام عمرو بن العاص اور والدہ کا ریطہ بنت منبہ تھا۔

آپ کا سلسلہ نسب کعب بن لوی پر جا کر حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے۔

آپ اپنے والد عمرو بن العاص سے پہلے مسلمان ہوئے۔ آپ دربار نبوت میں اکثر حاضر باش ہی رہتے تھے۔ آپ کی مرویات کی تعداد سات سو ہے آپ عبرانی زبان کے بھی ماہر تھے۔

آپ کی وفات ۶۵ھ فسطاط میں ہوئی۔ یہ وہ حالات تھے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم کی فوجوں میں شدید جنگ ہو رہی تھی۔ اس لئے آپ کو اپنے مکان کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

خوف خدا

حضرت یعلی بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ بتلاتی ہیں کہ

میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سرمہ بنایا کرتی تھی اور آپ بہت روتے تھے

یعلی بن عطاء کہتے ہیں:

"آپ دروازہ بند کر کے روتے حتی کہ آپ کی آنکھوں میں سفیدی اتر آئی۔"

صبح کو سونا محرومی ہے

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی نماز کے بعد ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو سو رہا تھا آپ نے اسے پاؤں سے ہلایا حتیٰ کہ وہ اٹھ گیا تو اس سے فرمایا کیا تم جانتے

نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس گھڑی میں اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان میں سے کچھ کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرتا ہے۔

اللہ کے نام پر دینا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

''جس سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کیا جائے اور دیدے تو اس کے لئے ستر اجر لکھے جاتے ہیں۔''

آپ کی فیاضی وسادگی

سلیمان بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج کیا اور ساتھ میں بصرہ کے قراء کے ایک گروہ میں میں منتصر بن حارث ضبی بھی تھے۔

سب نے کہا اللہ کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کو نہ مل لیں جو ہم سے حدیث بیان کرے۔

پس ہم پوچھتے رہے حتیٰ کہ ہمیں بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مکہ کے نچلے علاقہ میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔

ہم نے آپ کی طرف جانے کا قصد کیا تو ہمیں ایک بڑا لشکر ملا جو تین سو سواریوں پر مشتمل تھا جن میں ایک سو پر سواریاں تھیں اور دو سو باربردار تھیں ہم نے پوچھا یہ سب کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا ہم نے کہا یہ سب کچھ انہیں کا ہے؟ حالانکہ ہمیں بتلایا جاتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ تواضع کرنے والے ہیں لوگوں نے بتایا یہ سو تو ان کے بھائیوں کے لئے ہیں جن پر وہ انہیں سوار کرتے ہیں اور دو سو ان لوگوں کے لئے ہیں جو شہر یا باہر کے مہمان آپ کے پاس آتے ہیں۔

ہم نے ان پر بہت تعجب کیا تو لوگوں نے کہا اس پر تعجب نہ کرو کیونکہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مالدار آدمی ہیں اور وہ اپنے او پر حق سمجھتے ہیں کہ لوگوں میں سے جو بھی ان کے پاس آ ٹھہرے اسے بہت زیادہ سامان دیں۔

ہم نے کہا ہمیں ان سے ملاؤ لوگوں نے کہا آپ مسجد حرام میں ہیں۔

ہم آپ کو تلاش کرتے ہوئے چلے حتی کہ آپ کو کعبۃ اللہ کے پچھلے حصہ میں بیٹھا ہوا پایا، چھوٹے قد کے چادروں اور ایک عمامہ میں بیٹھے ہیں جن پر قمیض نہیں ہے اپنا جوتا بائیں جانب لٹکا رکھا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لخت جگر ہیں اور سید دو عالم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو علوم نبوت کے حصہ وافر سے سرفراز فرمایا تھا اجلہ صحابہ کرام کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے آپ باقاعدہ درس قرآن عزیز اور درس حدیث دیا کرتی تھیں جلیل القدر صحابی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

جب بھی ہم نے فہم آیات قرآنی میں کوئی مشکل پیش آتی تو ہم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچتے تو آپ ہماری راہ نمائی فرماتیں۔ (ترمذی)

حضور ﷺ سے نکاح اور رخصتی

ماہ شوال ۱۰ نبوی میں آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔ خولہ بنت حکیم نے آپ کی طرف سے جا کر پیام دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر سے عائشہ کا پیام دیا تھا جس کو میں منظور کر چکا ہوں۔ اور خدا کی قسم ابوبکر نے کبھی کوئی وعدہ خلافی نہیں کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر سیدھے مطعم کے گھر پہنچے اور مطعم سے مخاطب ہو کر کہا نکاح کے متعلق کیا خیال ہے۔ مطعم کی بیوی بھی سامنے تھی مطعم نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا تمہاری کیا رائے ہے۔ مطعم کی بیوی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے یہاں نکاح کرنے سے مجھ کو قوی اندیشہ ہے کہ کہیں میرا بچہ صابی یعنی بے دین نہ ہو جائے اور اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارے دین میں نہ داخل ہو جائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطعم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے مطعم تم کیا جانتے ہو۔ مطعم نے کہا میری بیوی نے جو کہا وہ آپ نے سن لیا۔ جس عنوان سے مطعم اور اس کی بیوی نے متفقہ طور پر انکار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو سمجھ گئے اور یہ محسوس کر لیا کہ وعدہ کی ذمہ داری اب مجھ پر باقی نہیں رہی۔ ابوبکر وہاں

سے اٹھ کر گھر آئے اور خولہ سے کہہ دیا کہ مجھ کو منظور ہے آنحضرت ﷺ جس وقت چاہیں تشریف لے آئیں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے اور نکاح پڑھا گیا۔ چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔"

ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال ۱۰ انبوی میں نکاح ہوا۔ آپ کی عمر اس قت چھ سال کی تھی۔ ہجرت کے سات آٹھ مہینہ بعد شوال ہی کے مہینہ میں رخصتی عمل میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر نو سال اور کچھ ماہ کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے نکاح کر دیا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میرے پاس آئے اور یہ کہا اللہ عزوجل نے آپ کا نکاح ابوبکر کی بیٹی سے کر دیا اور جبریل کے ساتھ عائشہ کی ایک تصویر بھی تھی جو مجھ کو دکھائی اور کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم

زہری فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے علم کا تمام امہات المومنین اور تمام عورتوں کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے بڑھا رہے گا۔

فصاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی خطیب کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا۔

علم واجتہاد

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا ایک باب ہے کہ جہاں وہ نہ صرف عورتوں میں بلکہ مردوں میں بھی علانیہ ممتاز نظر آتی ہیں کتاب وسنت اور فقہ واحکام میں ان کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ حضرت عمر فاروق، علی مرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ بے تکلف ان کا نام لیا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم

سب کو معلوم ہے کہ قرآن کریم ۲۳ سال میں نازل ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبوت یا نزول قرآن کے چودھویں سال ۹ برس کی عمر میں آنحضرت ﷺ کے گھر میں آئیں اس لیے ان کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہنے کا زمانہ تقریباً دس سال ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ نزول قرآن کا نصف سے زیادہ حصہ ان کے ابتدائے ہوش سے پہلے کا واقعہ ہے لیکن اس غیر معمولی دل و دماغ کی ہستی نے اس زمانہ کو بھی جو عموماً طفلانہ بے خبری کا عہد ہے، رائیگاں نہیں کیا۔

"آنحضرت ﷺ روزانہ بلا ناغہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے۔" (صحیح بخاری باب ہجرہ النبی ﷺ)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنالی تھی۔ اس میں بیٹھ کر نہایت رقت اور خشوع کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ (صحیح بخاری باب ہجرہ)

ناممکن ہے کہ ان موقعوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فوق الفطرۃ حافظہ نہ اٹھایا ہو۔ فرماتی تھیں کہ جب یہ آیت اتری تھی: بل الساعة موعدهم والساعة ادهٰى وامر (قمر:۴۶) "بلکہ قیامت کا روز ان کے وعدہ کا دن ہے، وہ گھڑی نہایت سخت اور نہایت تلخ ہوگی"۔ تو میں کھیل رہی تھی۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورہ قمر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیرہ چودہ برس کے سن تک ۵ ھ تک) قرآن زیادہ یاد نہ تھا خود اس کا اقرار کرتی ہیں۔

وانا جارية حديثة السن لااقرء من القرآن كثيراً

(بخاری واقعہ افک)

میں اس وقت کم سن تھی زیادہ قرآن پڑھی ہوئی نہیں تھی۔

لیکن اس عالم میں بھی وہ قرآن ہی کا حوالہ دیتی تھیں۔

آنحضرت ﷺ کی وفات تک قرآن تحریراً کتاب میں مدون نہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اس کو کاغذ پر مرتب کرایا اسی اثناء میں اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اپنے طور پر روزانہ تلاوت کے لیے قرآن ترتیب دے لیا تھا ان میں صرف سورتوں کے تقدم و تاخر کا اختلاف تھا۔

ابو یونس رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک غلام تھے۔ (مسند ج۶ ص۷۳) کتابت کے فن سے واقف تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ہاتھ سے اپنے لیے قرآن لکھوایا تھا۔ (صحیح بخاری تفسیر صلوٰۃ الوسطیٰ و مسند جلد ۶ ص ۷۳)

اختلاف قرأت کا اثر عجم کے میل جول سے عراق میں سب سے زیادہ تھا۔ عراق کے ایک صاحب ان سے ملنے آئے تو درخواست کی کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا! مجھے اپنا قرآن دکھایئے۔ (صحیح بخاری باب۔ جمع القرآن)

وجہ دریافت کی تو کہا ہمارے ہاں قرآن اب تک لوگ بے ترتیب پڑھتے ہیں چاہتا ہوں کہ اپنے قرآن کی ترتیب آپ رضی اللہ عنہ ہی کے قرآن کے مطابق کردوں فرمایا کہ سورتوں کے آگے پیچھے ہونے میں کوئی نقصان نہیں پھر اپنا قرآن نکال کر ہر سورۃ کی سر آیات پڑھ کر لکھوادیں۔ (بخاری باب تالیف قرآن)

عادت یہ تھی کہ جس آیت کریمہ کا مطلب سمجھ میں نہ آتا خود آنحضرت ﷺ سے دریافت کرلیتیں چنانچہ حدیثوں میں متعدد آیتوں کی نسبت آنحضرت ﷺ سے ان کا سوال مذکور ہے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو اللہ کی طرف سے حکم تھا۔

واذ کرن مایتلی فی بیوتکن من اٰیٰت اللّٰہ والحکمۃ

(احزاب: ۳۴)

تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں پڑھ کر سنائی جارہی ہیں ان کو یاد کیا کرو۔

اس حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی آنحضرت ﷺ تہجد کی نماز میں قرآن کریم کی بڑی بڑی سورتیں نہایت غور و فکر اور خشوع و خضوع سے تلاوت فرماتے۔ قرآن کا نزول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور بیوی کے بستر پر نہیں ہوا۔ قرآن اترتا تو پہلی

آوازانہی کے کانوں میں پڑتی۔فرماتی ہیں کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء جب اتریں تو میں آپ ﷺ کے پاس تھی۔ (صحیح بخاری)

بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیری روایتیں کم نہیں ہیں لیکن ہم انہی آیتوں کی تفسیروں پر اکتفاء کرتے ہیں جن میں کوئی خاص نکتہ ہے۔

(۱) جس آیت پاک میں چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ماطاب لکم من النسآء مثنٰی وثلث وربٰع (نساء ۲)

اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے بارہ میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہوں، دو دو تین تین، چار چار سے نکاح کرلو (اگر عدل نہ ہو تو ایک)۔

یتیموں کے حقوق میں عدم انصاف اور نکاح کی اجازت میں باہم کیا مناسبت ہے؟ ایک شاگرد نے ان کے سامنے اس اشکال کو پیش کیا۔فرمایا آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض لوگ یتیم لڑکیوں کے ولی بن جاتے ہیں۔ان سے موروثی رشتہ داری ہوتی ہے وہ اپنی ولایت کے زور سے چاہتے ہیں کہ اس سے نکاح کرکے اس کی جائیداد پر قبضہ کرلیں اور چونکہ اس کی طرف سے کوئی بولنے والا نہیں ہے اس لیے مجبور پاکر اس کو ہر طرح دباتے ہیں اللہ پاک ان مردوں کو خطاب کرتا ہے کہ تم ان یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف سے نہ پیش آسکو تو ان کے علاوہ اور عورتوں سے دو تین چار سے نکاح کرلو مگر ان یتیم لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لے کر اپنے پاس میں نہ لے آؤ۔

(صحیح مسلم کتاب التفسیر و صحیح بخاری کتاب النکاح)

(۲) ایک اور آیت ہے:

یستفتونک فی النسآء قل اللّٰہ یفتیکم فیھن ومایتلٰی علیکم فی الکتٰب فی یتٰمی النسآء التی لاتو تونھن

ما کتب لهن و ترغبون ان تنکحوهن (نساء:۱۲۷)

ان لڑکیوں کی نسبت لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہہ دے کہ اللہ ان کے حق میں فیصلہ کرتا ہے اس کتاب (قرآن) میں جو کچھ تم لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا ہے ان یتیم لڑکیوں کی نسبت جن کو تم ان کے مقررہ حقوق نہیں دیتے ہو اور نہ خود ان سے نکاح چاہتے ہو۔

اسی پہلے سائل نے اس کے بعد اس آیت کا مطلب دریافت کیا فرمایا کہ اس آیت میں یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ قرآن میں پہلے جو کچھ ان کے بارے میں پڑھ کر سنایا گیا ہے اس سے مقصد ہی پہلی آیت ہے، یہ حکم ان اولیاء سے متعلق ہے جو یتیم لڑکیوں کو نہ خود اپنے نکاح میں لیتے ہیں کہ وہ حسن و جمال سے محروم ہیں اور نہ دوسروں سے ان کا نکاح کر دینا پسند کرتے ہیں کہ جائیداد کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہے۔

اس آیت کے مطلب میں لوگوں کو اختلاف ہے۔

ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیراً فلیاکل بالمعروف. (نسا:٦)

اور جو تونگر ہو اس کو اس سے بچنا چاہئے اور جو تنگدست ہو وہ قاعدہ کے مطابق اس میں سے کھالے۔

فرمایا یہ آیت یتیموں کے اولیاء کی شان میں ہے کہ یتیموں کے مال میں سے اگر محتاج ہوں تو لے کر کھا سکتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ اجازت حسب ذیل آیت سے منسوخ ہے۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح)

ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما انما یا کلون فی بطونهم ناراً (نسا:۱۰)

جو لوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔

لیکن اس آیت میں تو یہ سزا ان لوگوں کے لیے بیان کی گئی ہے جو ظلم کر کے

یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس آیت میں کھانے کی اجازت ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو یتیموں کی جائیداد کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ان کا کاروبار سنبھالتے ہیں۔ اگر یہ ولی کھاتا پیتا ہے تو اس کو اس کی خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں لینا چاہیے۔ اگر وہ مفلس و تنگدست ہے تو قاعدہ کے مطابق حسب حیثیت لے سکتا ہے۔ (صحیح بخاری تفسیر سورہ نساء)

اس تفسیر کی بنا پر دونوں آیتوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔

(۴) عورت کو اگر اپنے شوہر سے شکایت ہو تو اس موقع کی آیت حسب ذیل ہے:

وان امراة خافت من بعلها نشوزاً او اعراضا فلا جناح
علیھمآ ان یصلحا بینھما صلحا والصلح خیر (نساء:۱۲۸)

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے نارضامندی اور اعراض کا خوف ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ دونوں آپس میں صلح کرلیں اور صلح تو ہر حال میں بہتر ہے۔

''ناراضی دور کرنے کے لیے صلح کر لینا تو بالکل ایک کھلی ہوئی بات ہے اس کے لیے اللہ پاک کو ایک خاص حکم کے نزول کی کیا حاجت تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس عورت کی شان میں ہے جس کا شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں یا بیوی سن سے اتر گئی ہے اور شوہر کی خدمت گزاری کے قابل نہیں رہی ہے۔ اس خاص حالت میں اگر بیوی طلاق لینا پسند نہ کرے اور بیوی رہ کر شوہر کو اپنے حق سے سبکدوش کر دے تو یہ باہمی مصالحت بری نہیں بلکہ قطعی علیحدگی سے یہ صلح بہتر ہے۔''

(۵) سورۂ بقرہ کے آخر میں ہے:

وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ
فیغفر لمن یشآء و یعذب من یشآء. (بقرہ:۲۸۴)

جو تمہارے دل میں ہے اس کو ظاہر کرد یا چھپاؤ، اللہ اس کا حساب لے گا پھر جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دل تک میں جو خیالات اور اندیشے آتے ہیں اللہ ان کا بھی حساب لے گا پھر اگر چاہے گا تو بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو ان پر سزا دے گا لیکن دل میں بے ارادہ جو وسوسے خیالات آتے ہیں اگر اللہ ان پر بھی دار و گیر کرلے تو انسان کے لیے جینا مشکل ہو جائے۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اپنے بعد کی اس آیت سے منسوخ ہے۔

لایکلف الله نفسا الا وسعها لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت (بقرہ:۲۸۶)

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا وہ جو کچھ کرے گا اس کا نفع یا نقصان اس کو ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بھی یہی رائے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے اس اوپر کی آیت کا مطلب پوچھا تو اسی کے ساتھ اس کی ہم معنی ایک آیت اور پیش کی۔

من یعمل سوء یجزبه. (نساء:۱۲۳)

جو کوئی برائی کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

سائل کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ سچ ہے تو مغفرت اور رحمت الٰہی کی شان کہاں ہے؟ اور نجات کی کیونکر امید ہے؟ فرمایا میں نے جب سے آنحضرت ﷺ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی ہے تم ہی پہلے شخص ہو جس نے اس کو مجھ سے دریافت کیا، اللہ کا فرمانا سچ ہے لیکن پروردگار اپنے بندے کے چھوٹے چھوٹے گناہ ذرا سی مصیبت اور ابتلاء کے معاوضہ میں بخش دیتا ہے۔ مومن جب بیمار ہوتا ہے یا اس پر کوئی مصیبت آتی ہے یہاں تک کہ جیب میں کوئی چیز رکھ کر بھول جاتا ہے اور اس کی تلاش میں اس کو پریشانی لاحق ہوتی ہے (یعنی ان ابتلا آتے میں اس کی مغفرت و رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے) پھر یہ حال ہوتا ہے کہ جس طرح سونا آگ سے کندن بن کر نکلتا ہے اسی طرح مومن دنیا سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔ (جامع ترمذی)

ان آیات کی تفسیروں کے علاوہ اور آیات کی تفسیریں بھی ان سے مروی ہیں لیکن ہم یہاں اختصار کے ساتھ انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

وفات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا اخیر زمانہ ہے اس وقت ان کی عمر سرسٹھ (۶۶) برس کی تھی۔ ۵۸ھ میں رمضان کے مہینہ میں بیمار پڑیں، چند روز تک علیل رہیں، کوئی خیریت پوچھتا فرماتی ''اچھی ہوں''۔ جو لوگ عیادت کو آتے بشارت دیتے فرماتیں ''اے کاش میں پتھر ہوتی، اے کاش میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تامل ہوا کہ وہ آکر تعریف نہ کرنے لگیں۔ بھانجوں نے سفارش کی تو اجازت دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ کا نام ازل سے ام المومنین رضی اللہ عنہا تھا، آپ آنحضرت ﷺ کی سب سے محبوب بیوی تھیں، رفقاء سے ملنے میں اب آپ کو اتنا ہی وقفہ باقی ہے کہ روح بدن سے پرواز کر جائے، اللہ نے آپ ہی کے ذریعہ تیمّم کی اجازت فرمائی، آپ کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں جو اب ہر محراب و مسجد میں شب و روز پڑھی جاتی ہیں، فرمایا ''ابن عباس رضی اللہ عنہا مجھے اپنی اس تعریف سے معاف رکھو مجھے یہ پسند تھا کہ معدوم محض ہوتی۔''

مرض الموت میں وصیت کی کہ ''اس حجرہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مجھے دفن نہ کرنا، مجھے دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کرنا اور رات ہی کو دفن کر دی جاؤں صبح کا انتظار نہ کیا جائے'' کسی نے عرض کی کہ آپ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ دفن ہوتیں تو بہتر تھا''۔ فرمایا ''اگر ایسا ہو تو پچھلا عمل جاتا رہے اور نیا شروع کروں'' ۵۸ھ تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ مطابق ۱۳ جون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ ماتم کا شور سن کر انصار اپنے گھروں سے نکل آئے۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے

کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ عورتوں کا اژدھام دیکھ کر روزعید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے۔ انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عتیق عروہ بن زبیر اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا۔ اور حسب وصیت جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ مدینہ میں قیامت برپا تھی کہ آج حرم نبوت کی ایک اور شمع بجھ گئی۔ ایک مدنی سے لوگوں نے پوچھا کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا غم اہل مدینہ نے کتنا کیا؟'' جواب دیا ''جس کی وہ ماں تھیں (یعنی تمام مسلمان) اسی کو ان کا غم تھا''۔

حلیہ اور لباس

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان لڑکیوں میں تھیں جن کی جسمانی بالیدگی نہایت سرعت سے ترقی کرتی ہے۔ نو دس برس میں وہ اچھی خاصی بالغ ہوگئی تھیں۔ لڑکپن میں وہ دبلی پتلی چھریری سی تھیں۔ جب سن کچھ زیادہ ہوا تو کسی قدر بدن بھاری ہوگیا تھا۔ رنگ سرخ وسپید تھا خوش رو، اور صاحب جمال تھیں۔

زہد وقناعت کی وجہ سے صرف ایک جوڑا پاس رکھتی تھیں۔ اسی کو دھو دھو کر پہنتی تھیں۔ ایک کرتا تھا جس کی قیمت پانچ درم (۴عہ ۱) تھی یہ اس زمانہ کے لحاظ سے اس قدر بیش قیمت تھا کہ تقریبوں میں دلہن کے لیے عاریۃً مانگا جاتا تھا۔ کبھی کبھی زعفران رنگ کے کپڑے پہنتی تھیں۔ گاہے گاہے زیور بھی پہن لیتی تھیں گلے میں یمن کا بنا ہوا خاص قسم کا سیاہ وسپید لہروں کا ہار تھا۔ انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہاشمی، نبی کریم ﷺ کے چچیرے بھائی تھے۔ ان کی والدہ لبابۃ الکبریٰ بنت حارث بن حزن الہلالیہ تھیں۔ یہ ان دنوں پیدا ہوئے۔ جب نبی کریم ﷺ اور آپ کا قبیلہ شعب ابی طالب میں محصور تھا۔ جب پیدا ہوئے تو ان کو آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے تبرکاً لب مبارک ان کے منہ میں ڈالا۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔

آغاز طفولیت ہی سے رسول کریم ﷺ کے وابستہ دامن رہے۔ ان کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کی وفات کے وقت ابن عباس کی عمر علیٰ اختلاف الروایات تیرہ یا پندرہ برس کی تھی۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کبار صحابہ کی صحبت اختیار کی اور ان کے چشمہ علم سے اپنی علمی پیاس بجھائی قول راجح کے مطابق ۶۸ھ میں بعمر ۷۰ سال طائف میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ محمد بن حنفیہ نے آپ کو قبر میں اتارا اور ان الفاظ میں ان کو خراج تحسین پیش کیا۔

مات واللہ الیوم حبر ھذہ الامۃ

بخدا آج اس امت کے عظیم عالم نے وفات پائی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا علمی پایہ

کثرت علم و فضل کی بنا پر آپ کو حبر (عظیم عالم) اور بحر (سمندر) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ عظیم مفسر قرآن اور مجتہد تھے۔ فتویٰ و تفسیر کی ریاست آپ کی ذات پر ختم ہوگئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں کبار صحابہ کے ساتھ آپ کو بٹھاتے اور اپنے قریب جگہ دیتے تھے۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

"آپ ہمارے سب نوجوانوں سے حسین تر با اخلاق اور ان سب سے زیادہ کتاب الٰہی کے سمجھنے والے ہیں"۔

آپ ہی کا قول ہے:

''ابن عباس رضی اللہ عنہما عمر کے ادھورے اور عقل کے پورے ہیں۔آپ ذہن رسا اور زبان نکتہ بیان کے مالک ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اتنے متادِب تھے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ان سے کوئی سوال کرتے تو کہتے ہیں اس وقت تک جواب نہیں دوں گا۔ جب تک دوسرے صحابہ اظہار خیال نہ کرلیں۔ نو عمری کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی مشکل مسئلہ آتا تو ابن عباس سے کہتے ایک مشکل مسئلہ درپیش ہے جسے آپ ہی حل کر سکتے ہیں۔ پھر جو حل ابن عباس پیش کرتے آپ اسے تسلیم کرتے۔ایسی مشکلات کے سلسلہ میں آپ کسی اور کو نہیں بلاتے تھے۔عبیداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو پھر عمر تھے۔آپ کی نکتہ رسی اور اسلام و اہل اسلام کے ساتھ اخلاص کس سے مخفی ہے۔''

(اسد الغابہ لابن اثیر)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''ابن عباس ترجمان قرآن ہیں''

جناب عطاء فرماتے ہیں:

''میں نے ابن عباس کی مجلس سے بڑھ کر باعزت محفل نہیں دیکھی۔مفسر آپ کے یہاں ہوتے تھے۔فقہاء و شعراء کا جمگھٹا آپ کے در دولت پر رہتا تھا۔اور یہ سب آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے تھے۔''

طاؤس سے کہا گیا تھا کہ اکابر صحابہ کو چھوڑ کر آپ اس نوجوان (ابن عباس) کے وابستہ دامن ہوگئے ہیں۔ جواب دیا میں نے ستر صحابہ کو دیکھا کہ وہ کسی مسئلہ میں بات چیت کرتے تو بالآخر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرتے۔

اعمش ابووائل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس

رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ آپ نے خطبہ میں سورہ بقرہ یا نور تلاوت کی اور اس کی ایسی تفسیر بیان کی کہ اگر اہل روم ترک اور دیالمہ اسے سن پاتے تو مشرف باسلام ہو جاتے۔ حضرت علی بن ابی طالب ابن عباسؓ کی تفسیری صلاحیتوں کی مدح وستائش کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔

> ''یوں نظر آتا ہے کہ ابن عباسؓ باریک پردہ کی اوٹ سے غیبی حقائق کو بچشم خود دیکھ رہے ہیں۔''

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک علمی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کا اوڑھنا، بچھونا، پڑھنا پڑھانا اور علمی حقائق پر روشنی ڈالنا تھا۔ امارت کے ساتھ بس آپ کا اتنا ہی تعلق رہا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا والی مقرر فرمایا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ آپ صحیح معنی میں نابغہ روزگار تھے۔ آپ علم وفضل فصاحت و بلاغت اور وسعت معلومات میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ تفسیر قرآن میں تو آپ لاثانی تھے۔ ان کے بارے میں سب سے بہتر بات وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

> ابن عباسٍ اعلم امة محمد بمانزل علی محمد.
>
> جو کچھ رسول کریم ﷺ پر نازل ہوا ابن عباس امت بھر میں اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی علمی برتری کے اسباب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی علمی شہرت و وسعت کے اسباب حسب ذیل تھے۔

(۱) اس کی سب سے بڑی وجہ رسول کریم ﷺ کی بابرکت دعا تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

> اللھم فقھه فی الدین و علمه التاویل
>
> اے اللہ اس کو دین کا فہم عطا کر اور اسے قرآن کی تفسیر سکھا دے۔

دوسری روایت میں یوں ہے:۔

اللّٰهم علمه الكتٰب و الحكمة

اے اللہ اسے کتاب و حکمت سکھا دے۔

جو شخص کتب تفسیر بالماثور سے آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایات صحیحہ تفسیر کے سلسلہ میں منقول ہیں ان میں دعائے نبوی ﷺ کی تاثیر صاف جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاندان نبوت میں پروان چڑھے اور آغاز طفولیت سے آنحضور ﷺ کے وابستہ فتراک رہے۔ اس کے نتیجہ میں انہوں نے بہت کچھ آپ سے سنا اور ان احوال و حوارث میں بذات خود شریک ہوئے۔ جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا تھا۔

(۳) نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابن عباسؓ اکابر صحابہ کی صحبت میں رہ کر ان سے اخذ واستفادہ کرتے رہے۔ آپ نے ان سے وہ مقامات دریافت کیے جہاں جہاں قرآن اترا تھا۔ تاریخ، تشریع اور اسباب نزول کے بارے میں واقفیت حاصل کی اس طرح آنحضور ﷺ کی وفات کے باعث ابن عباسؓ جس چشمہ فیض سے محروم ہوئے تھے۔ بڑی حد تک اس کی تلافی کر لی۔ اس ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنا ارشاد یہ ہے۔

"مجھے اکثر احادیث نبویہ انصار سے ملیں۔ میری حالت یہ تھی کہ میں استفادہ کے لیے کسی شخص کے یہاں جاتا اور اسے محو خواب پاتا۔ اگر میں چاہتا تو اسے بیدار کر دیتا مگر میں یوں نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ میں اس کے دروازہ پر بیٹھا رہتا۔ میرا چہرہ گرد و غبار سے لوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ وہ خود ہی جاگتا اور مجھے جو کچھ اس سے دریافت کرنا ہوتا تھا۔ پوچھتا اور واپس لوٹ آتا۔"

۴۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ عربی زبان و آداب اور اس کے خصائص و

اسالیب کے یگانہ روزگار فاضل تھے۔ بسا اوقات قرآن کے معانی و مطالب بیان کرنے میں آپ عربی اشعار سے استشہاد فرمایا کرتے تھے۔

۵۔ آپ اجتہاد کے مرتبہ پر فائز تھے اور بوقت ضرورت اس کے استعمال میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے بلا جھجک اس کو بیان کر دیتے اور کسی ملامت یا تنقید کرنے والے کی پرواہ نہ کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ابن عباس کی تفسیری جواہرات پر اور آپ کی علمی صلاحیت پر داد دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔

اولم یر الذین کفروآ ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا ففتقناھما (الانبیاء۔۳۰)

کیا کفار نے دیکھا نہیں کہ آسمان و زمین بند تھے پھر ہم نے ان کو کھول دیا۔

آپ نے کہا ابن عباسؓ کے یہاں جاؤ اور جو تفسیر بیان کریں مجھے بتاتے جاؤ۔ ابن عباسؓ نے فرمایا اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ''آسمان خشک تھے ان سے بارش نہیں ہوتی تھی، اور زمین بانجھ تھی اس سے کچھ اگتا نہیں تھا۔ بارش کے طفیل یہ پودے اگانے لگی۔ گویا آسمان کا فتق (پھٹاؤ) بارش کے ساتھ ہے اور زمین کا پھل پودے اگانے سے۔'' اس شخص نے جا کر یہ تفسیر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بتائی انہوں نے یہ سن کر فرمایا ''میں کہا کرتا تھا کہ ابن عباسؓ کی تفسیر قرآن میں یہ جرأت مجھے پسند نہیں مجھے اب پتا چلا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی علم ودیعت ہوا ہے۔

یہ ہیں وہ اہم اسباب و وجوہ پر حضرت ابن عباسؓ کی تفسیری شہرت کا مدار و انحصار ہے۔

علاوہ ازیں ان پر کچھ امور کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آپ خاندان نبوت

سے وابستہ تھے، جو نور و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ آپ ذہین و فطین نہایت عاقل و فرزانہ صائب الرائے اور مومن مخلص تھے۔ غرض یہ کہ ایک بہترین مفسر کے اوصاف و خصائص آپ میں مکمل طور پر جمع ہو گئے تھے۔

تفسیر قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مرتبہ و مقام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو تفسیر قرآن میں جو بلند مقام حاصل تھا۔ اس کا اندازہ ان کے تلمیذ رشید مجاہد کے قول سے ہوتا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں۔

"ابن عباسؓ جب کسی آیت کی تفسیر کرتے ہیں تو اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ "ابن عباسؓ گویا باریک پردہ کی اوٹ سے غیبی حقائق کو بچشم خود دیکھتے ہیں۔"

حضرت ابن عمر کا قول بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ "رسول کریم ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی، ابن عباس اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے عظیم مفسر ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ بعض صحابہ اکثر تابعین اور ابن عباسؓ کے معاصرین مشکلات قرآن کو حل کرنے میں ان کی جانب رجوع کیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام و شعیب علیہ السلام کے واقعہ کے بارے میں بعض اہل علم یہ نہ سمجھ سکے کہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ آٹھ سال بسر کیے تھے یا دس سال؟ چنانچہ اس اشکال کو حل کرنے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں، میں حج کی تیاری میں مصروف تھا کہ کوفہ کے ایک یہودی نے کہا میں آپ کو علم کا شائق خیال کرتا ہوں۔ یہ بتائیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کتنا عرصہ گزارا تھا؟ میں نے کہا "مجھے کچھ علم نہیں۔ میں مکہ جا رہا ہوں وہاں حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کروں گا۔" چنانچہ مکہ پہنچ کر ابن عباسؓ سے دریافت کیا۔ اور یہودی کا قول ذکر کیا۔ ابن عباسؓ

نے کہا "دس سال۔ انبیاء جب کسی بات کا وعدہ کرتے ہیں تو اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔" جب میں عراق آیا تو یہودی کو یہ بات بتائی۔ اس نے کہا "ابن عباسؓ نے سچ فرمایا، خدا کی قسم عالم تو وہ ہے۔" (تفسیر ابن جریر، ج ۲۰۔ ص ۴۳)

تاریخی ادوار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تفسیری اقوال کی اہمیت کا یہ عالم رہا کہ تفسیر میں جب ان کا قول مل جاتا تو کسی دوسرے قول کو قابل اعتناء خیال نہ کیا جاتا۔ امام زرکشی نے صراحۃً لکھا ہے کہ تفسیر میں جب صحابہ کے اقوال متعارض ہوں تو ابن عباسؓ کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ (الاتقان، ج ۲ ص ۱۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قرآن عزیز کے اچھے ترجمان ہیں"

آپ رضی اللہ عنہ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا آپ روزانہ علمی مجلس منعقد فرماتے اور سائلین کے سوالات کا تسلی بخش جواب دیتے آپ نے غیر عرب طلباء کے لئے ترجمان مقرر کئے ہوئے تھے اور طلباء کو تفسیری نوٹ لکھواتے تھے "امام ابن تیمیہ" نے "ابن جریر" مفسر سے باسند نقل کیا ہے کہ "ابو کریب" نے ہم سے اور ابو کریب کو "طلق بن غنام" اور اس نے "عثمان مکی" سے بیان کیا کہ انہوں نے "ابن ابی ملیکہ" سے سنا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد مجاہد کے پاس وہ تختیاں دیکھی ہیں جن پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو قرآنی آیات کی تفاسیر لکھائی ہیں۔

(رسالہ اصول التفسیر از ابن تیمیہ ص ۶۲)

آپ کا طریقہ تعلیم اس امتیاز کا حامل تھا کہ آپ کے شاگرد کئی کئی مرتبہ آپ کے حلقہ درس میں شرکت کا شرف حاصل کرتے آپ کے ممتاز شاگرد مفسر جلیل حضرت مجاہد نے فرمایا کہ:

"میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تیس مرتبہ قرآن عزیز پڑھا"

آپ کے شاگردوں میں سعید بن جبیر۔ عکرمہؒ، طاؤسؒ، عطاءؒ بھی مشہور و معروف گزرے ہیں آپ سے جو تفسیر نقل کی گئی ہے وہ "علی بن طلحہ ہاشمی" م ۱۴۳ھ کی سند سے

منقول ہے۔ یہ تفسیر لیث بن سعد م ۱۷۵ھ کے کاتب ابو صالح کے پاس مصر میں موجود تھی اور یہی تفسیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس سند کے ساتھ روایت کی ہے یہ تفسیر دور نبوت ہی سے متداول رہی ہے جیسا کہ ماہر علوم تاریخیہ محمد حسین ہیکل مصری نے کہا ہے کہ:

”تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سید دو عالم ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد مرتب ہو چکی تھی“۔

یہ تفسیر آج تک پائی جاتی ہے اس تفسیر کا قلمی نسخہ ”ہرن کی جھلی“ پر لکھا ہوا شیخ الاسلام عارف حکمت بے کے کتب خانہ مدینہ منورہ میں موجود ہے جس پر سال کتابت ۳۱۶ھ درج ہے۔ اسی طرح آپ کے تفسیری اقوال کو ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی شافعی م ۸۱۰ھ نے ”تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس“ کے نام سے جمع کر دیا تھا اس کا ایک قلمی نسخہ پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے جس پر تاریخ اختتام کتابت یوم الجمعہ بعد از عصر ماہ صفر ۱۲۱۰ھ درج ہے کاتب کا نام محمد لطیف اللہ ہے۔ اس میں سند تفسیر یوں درج ہے:

”اخبرنا عبداللہ الثقة بن المامون قال اخبرنا ابی قال اخبرنا ابن عبدالمجید الروی قال اخبرنا علی بن اسحق السمرقندی عن محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ“

یہ تفسیر ۱۳۱۴ھ کو درمنثور کے ہامش پر مصر سے شائع ہوئی اور مستقل طور پر ۱۳۱۶ھ کو مصر سے شائع ہوئی۔ برصغیر میں بھی کئی مرتبہ شائع ہوئی چنانچہ ۱۲۸۵ء میں جو قرآن عزیز مترجم از شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (فارسی) اور شاہ رفیع الدین (اردو) مطبع ہاشمی سے شائع ہوا اس کے حاشیہ پر بھی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ شائع کی گئی اس کا اردو ترجمہ پہلی بار ۱۹۲۶ء کو مطبع امیر الدین گلشن ہند آگرہ نے شائع کیا اور اب ۱۹۷۰ء میں پاکستان میں کلام کمپنی کراچی نے بھی شائع کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے طائف منتقل ہو گئے تھے اور وہیں ۶۸ھ کو وصال ہوا۔ مزار عالی طائف میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی لغت دانی

قرآن کریم میں جو الفاظ غریبہ وارد ہوئے ہیں ان کے معانی معلوم کرنے کے سلسلہ میں ابن عباس شعر جاہلی کی جانب رجوع کرتے تھے۔ الفاظ غریبہ کے فہم وادراک میں دیگر صحابہ کا طریق کار بھی یہی تھا وہ لوگوں کو ترغیب دلاتے تھے کہ قرآن میں وارد شدہ نادر الفاظ کو سمجھنے کے لیے قدیم عربی شاعری کی جانب رجوع کریں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ صحابہ سے اس آیت کے معنی دریافت کیے۔

"اویاخذھم علیٰ تخوفٍ" (النحل. ۴۷)

قبیلہ بنو ہذیل کا ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا، ہماری زبان میں "تخوف" کمی اور نقصان کو کہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کیا عربی اشعار میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے؟ اس نے کہا "جی ہاں" اور فوراً ایک شعر سنا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا "اپنے دیوان کو تھامے رکھو تم سے غلطی سر زد نہ ہو گی" صحابہ نے عرض کی "دیوان سے کیا مراد ہے؟ فرمایا" جاہلی شاعری! اس میں قرآن کی تفسیر اور تمہاری زبان کے معانی موجود ہیں"۔ (الموافقات، ج۲۔ ص۸۸)

البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس ضمن میں خصوصی شہرت کے حامل تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ سے قرآن میں وارد شدہ کسی لفظ کے معنی پوچھے جاتے اور آپ شعر پڑھ کر سنا دیتے۔ آپ سے بکثرت اشعار منقول ہیں۔ نافع بن ارزق نے آپ سے دو سو سوالات کیے اور آپ نے اشعار کے حوالہ سے ان کا جواب دیا تھا۔ ابن الانباری نحوی نے اپنی کتاب "الوقف دالابتدا" میں ان میں سے کچھ سوالات کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح طبرانی نے المعجم الکبیر میں بعض سوالات کا ذکر کیا ہے علامہ

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں بسند خود نافع اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے باہمی مناظرہ اور سوالات وجوابات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

امام سیوطی لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عباسؓ کعبہ کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ سوال کرنے والوں کا جھمگٹا تھا۔ لوگ آپ سے تفسیر قرآن کے بارے میں دریافت کررہے تھے۔ نافع بن ارزق نے نجدہ بن عمیر سے کہا چلو اس شخص کے پاس چلیں جو علم کے بغیر تفسیر قرآن کی جرأت کرتا ہے چنانچہ دونوں نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا ''ہم آپ سے تفسیر کے بارے میں چند باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی وضاحت کیجئے۔ اور کلام عرب سے استشاد فرمائیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بلیغ عربی میں نازل کیا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ''جو دل چاہے پوچھے۔'' نافع نے کہا ''اس آیت کے معنی بتائیے:

''عن اليمين وعن الشمال عزينٍ'' (المعارج، ۳۷)

دائیں اور بائیں حلقے باندھے ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ''العزون'' کے معنی ہیں ساتھیوں کے حلقے''۔ انہوں نے کہا ''کیا عرب اس معنی کے واقف ہیں؟ ابن عباس نے کہا ''جی ہاں! کیا آپ نے عبید بن الابرص کا یہ شعر نہیں سنا:

فجاء وايهرعون اليه حتى　　　يكوتوا حول منبره عزينا

وہ اس کی طرف بھاگتے ہوئے آتے ہیں اور اس کے منبر کے گرد حلقہ باندھ لیتے ہیں۔

نافع نے کہا اس آیت کے معنی بتائیے:

وابتغوا اليه الوسيلة (المائدہ:۳۵)

اس کا قرب تلاش کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ''الوسيلة'' حاجت اور ضرورت کو کہتے

ہیں'' نافع نے کہا'' کیا عرب اس معنی سے آگاہ ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا'' کیا آپ نے عنترہ کا یہ شعر نہیں سنا؟

ان الـــرجـــال لهـم اليک وسيـلة
ان يـاخـذوک تـكـحـلـی وتخضبی

(الاتقان، ج۱۔ص ۱۲۰)

اس شعر میں وسیلہ کا لفظ حاجت اور ضرورت کے معنی میں استعمال ہوا ہے''

ان سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ لغت عرب اور غریب الفاظ میں اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ اس دور کا کوئی شخص ان کا حریف نہیں ہوسکتا تھا۔ اسی کی بناپر آپ عہد صحابہ میں امام التفسیر کہلائے اور عصر تابعین میں بھی مفسرین کے سرخیل تسلیم کیے جاتے رہے۔ تفسیر کے لغوی پہلو پر آپ کو خصوصی عبور حاصل تھا۔ (ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:)

''ابن عباس نے تفسیر قرآن کے لیے لغوی طریقہ اختراع کیا۔''

(المذاہب الاسلامیہ ص ۶۹)

تفسیر قرآن کے سلسلہ میں یہ لغوی طریقہ عہد تابعین تک باقی رہا۔ آگے چل کر فقہاء اور اہل لغت کے مابین اس ضمن میں نزاع بپا ہوا۔ فقہاء اس طریقہ پر معترض ہوتے۔ اور کہتے تھے کہ تم نے شعر کو قرآن کی اصل واساس بنالیا ہے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ قرآن وحدیث میں اشعار کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ پھر تفسیر قرآن کے سلسلہ میں اشعار سے احتجاج کیسے ہوسکتا ہے؟ (تفسیر نیشاپوری، ج۱۔ص ۶)

حق بات یہ ہے کہ یہ جلال ونزاع جو اگلے ادوار میں بپا ہوا بالکل بے بنیاد تھا۔ معاملہ یوں نہیں کہ شعر کو قرآن کی اصل قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ قرآن میں جو نادر وغریب لفظ وارد ہوا ہو اس کی توضیح شعر کی مدد سے کردی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انا جعلناه قرانا عربياً (الزخرف)

ہم نے اس کو عربی قرآن بنا کر اتارا۔

نیز فرمایا:

بلسانٍ عربيٍ مبين (الشعراء۔۱۹۵)

واضح کرنے والی عربی زبان میں اترا۔

یہی وجہ ہے کہ آج تک مفسرین اس بات پر متفق رہے ہیں کہ فہم قرآن کے سلسلہ میں شعر جاہلی استشہاد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مفسرانہ شان

شقیق تابعی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موسم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اس میں سورہ نور کی تفسیر بیان کی، میں کیا بتاؤں وہ کیا تفسیر تھی، اس سے پہلے نہ میرے کانوں نے سنی تھی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی، اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی تھی۔

(مستدرک حاکم (۳/۵۳۷) سیر الصحابہ (۲/۲۴۹))

سورہ بقرہ کی تلاوت و تفسیر

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ موسم حج کے امیر تھے انہوں نے ہم میں بیان فرمایا انہوں نے سورت بقرہ شروع کر دی آیتیں پڑھتے جاتے تھے اور ان کی تفسیر کرتے جاتے تھے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا نہ تو میں نے ان جیسا آدمی دیکھا اور نہ ان جیسا کلام کبھی سنا اگر فارس اور روم والے ان کا کلام سن لیں تو سب مسلمان ہو جائیں۔ (حلیۃ الاولیاء، ۱/۳۲۴)

نگاہ عمر رضی اللہ عنہ میں مقام ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی علمی مجلسوں میں برابر شریک ہوئے تھے اور قرآن پاک کی تفسیر میں وہ اکثر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم

اجمعین سے بازی لے جاتے تھے، ایک دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ مجلس میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مجمع تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا:

''ایود احدکم ان تکون لہ جنة من نخیل و اعناب تجری من تحتھا الانھر لہ فیھا من کل الثمرات و اصابه الکبر و له ذریة ضعفآء فاصابھآ اعصار فیه نار فاحترقت کذالک یبین الله لکم الایت لعلکم تتقون. (البقرہ:۲۶۶)

''کیا تم میں سے کوئی اس کو پسند کرے گا کہ اس کا کھجور اور انگور کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں رواں ہوں، اس کے لیے ہر قسم کے پھل اس میں موجود ہوں، اور اس شخص پر بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ناتواں بچے ہوں، اس حالت میں اس باغ میں ایسا بگولہ آیا جس میں آگ بھری تھی، اس نے باغ کو جلا دیا، اسی طریقہ سے اللہ تمہارے لیے کھول کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے شاید تم تقویٰ اختیار کرو۔''

لوگوں نے کہا واللہ اعلم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بے معنی جواب پر غصہ آ گیا، بولے اگر نہیں معلوم تو صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ نہیں معلوم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ جھجکتے ہوئے بولے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، فرمایا تم اپنے کو چھوٹا نہ سمجھو جو دل میں ہو بیان کرو، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''اس میں عمل کی مثال دی گئی ہے'' جواب گو صحیح تھا، تاہم ناکافی تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس میں اس دولت مند کی تمثیل ہے جو خدا کی اطاعت بھی کرتا ہے، لیکن اس کو شیطانی وسوسہ گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کے تمام اچھے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ ''ایود احدکم ان تکون له جنة'')

ایک تفسیری نکتہ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مجمع میں سوال کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ کی ایک طاق رات ہے، تم لوگ اس سے کون سی طاق رات سمجھتے ہو؟ کسی نے ساتویں کسی نے پانچویں، کسی نے تیسری بتائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم کیوں نہیں بولتے، عرض کی اگر آپ فرماتے ہیں تو مجھ کو کیا عذر ہوسکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے بولنے ہی کے لیے تمہیں بلایا ہے، کہا میں اپنی ذاتی رائے دوں گا، فرمایا ذاتی رائے تو پوچھتا ہوں، کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات کے عدد کو بہت اہمیت دی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ سات آسمان، سات زمین، ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا ہے کہ ہم نے زمین کو پھاڑا اور اس میں غلہ، شاخ، زیتون، کھجور کے درخت، گنجان باغ، اور پودے اگائے، یہ بھی سات باتیں ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سن کر فرمایا کہ تم لوگ اس بچہ سے بھی گئے گزرے ہوئے، جس کے سر کے گوشہ بھی ابھی درست نہیں ہوئے، یہ جواب کیوں نہ دیا گو بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی سات کی تعیین کی تھی، لیکن کسی استدلال کے ساتھ نہیں سبھی نے ایک ایک طاق رات اپنے اپنے قیاس وفہم کے مطابق لی کسی نے سات کی شب بھی لی......
لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قرآن سے اس کی تائید پیش کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر میں نہایت دلیری سے کام لیتے تھے، بعض محتاط صحابہ رضی اللہ عنہم اس دلیری کو ناپسند کرتے تھے، لیکن بالآخر ان کو بھی ان کی مہارت تفسیر کا اعتراف کرنا پڑا۔

(سیر الصحابہ ۲/ ۲۵۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک مقام ابن عباس رضی اللہ عنہما

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آیت کانتا رتقا ففتقنا هما کا مطلب پوچھا، انہوں نے امتحان کی غرض سے ابن عباس

رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیا کہ ان سے پوچھ کر بتاؤ اس نے جا کر پوچھا انہوں نے بتایا کہ آسمان کا فتق یہ ہے کہ پانی نہ برسائے زمین کا فتق یہ ہے کہ نباتات نہ اگائے، سائل نے واپس آ کر یہ جواب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نہایت سچا علم مرحمت ہوا ہے، مجھ کو تفسیر قرآن میں ان کی دلیری پر حیرت ہوتی تھی لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم ان ہی کا حصہ ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد قرآن کے سائلین کو خود جواب نہ دیتے تھے، بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ عمرو بن حبشی نے ایک آیت کے متعلق ان سے استفسار کیا، انہوں نے اس سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھو قرآن کے جاننے والے جو لوگ باقی رہ گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہیں (سیر الصحابہ ۲/۲۵۶)

ناسخ و منسوخ کے عالم

علوم قرآنی میں علم النسخ کی اہمیت بالکل عیاں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس بحر ذخار کے بھی شناور تھے، اور تمام ناسخ اور منسوخ احکام ان کے ذہن میں مستحضر تھے، یہ اس علم کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ بغیر اس پر حاوی ہوئے وعظ کی لب کشائی کی اجازت نہ دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی راستہ سے گذر رہے تھے، ایک واعظ وعظ کہہ رہا تھا اس سے پوچھا ناسخ منسوخ جانتے ہو کسے کہتے ہیں، اس نے کہا نہیں، فرمایا، تو تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ (سیر الصحابہ ۲/۲۵۶)

فراست ابن عباس رضی اللہ عنہما

گو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن کی تعلیم میں بخل نہ کرتے تھے اور ان کا دروازہ ہر طالب قرآن کے لئے کھلا ہوا تھا، تاہم وہ اس نکتہ سے بھی بے خبر نہ تھے کہ جب کثرت سے قرآن کی اشاعت ہوگی اور ہر کس و ناکس فہم قرآن کا مدعی ہو جائے گا، تو امت میں اختلاف کا دروازہ کھل جائے گا، ان کی اس نکتہ رسی کا اعتراف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کرنا پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں سارے

ممالک مسلمہ میں حفاظ قرآن مقرر کر دیئے تھے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیں، ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہ بولے کہ اب ان میں اختلاف کا تخم پڑ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ سے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا، اس واقعہ کے بعد یہ گھر چلے گئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کا کہنا کھٹکتا رہا، چنانچہ آدمی بھیج کر ان کو بلا بھیجا، انہوں نے عذر کر لیا، دوبارہ پھر آدمی بھیجا کہ تم کو آنا ہوگا، اس تاکید پر چلے آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے کوئی رائے ظاہر کی تھی، انہوں نے کہا بخدا اب کبھی دوبارہ کوئی خیال نہ ظاہر کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں طے کر چکا ہوں کہ جو تم نے کہا تھا اس کو کہلوا کر رہوں گا، اس اصرار پر انہوں نے کہا کہ آپ نے جب کہا کہ میرے پاس خط آیا ہے کہ کوفہ والوں نے اتنا اتنا قرآن یاد کر لیا، اس پر میں نے کہا کہ ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تم نے کیسے جانا، انہوں نے سورۃ بقرہ کی یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں:

"ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا ويشهد اللّٰه علٰى مافي قلبه وهو الد الخصام، واذاتولّٰى سعٰى في الارض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل ط والله لايحب الفساد ۝ واذا قيل له اتق اللّٰه اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد، ومن الناس من يشرى نفسه ابتغآء مرضات الله والله رؤف بالعباد. (البقرہ:۲۰۴۔۲۰۷)

"اے محمد! (ﷺ) لوگوں میں سے بعض ایسے آدمی بھی ہیں جن کی باتیں تم کو دنیاوی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی دلی باتوں پر خدا کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ دشمنوں میں بڑا جھگڑالو ہے اور جب وہ تمہارے پاس لوٹ کر جائے تو ملک میں پھرے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو

پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو ان کو
عزت نفس گناہ پر آمادہ کرے، ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے اور
وہ بہت برا ٹھکانہ ہے، اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی
رضا جوئی کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ بندوں پر
شفقت کرنے والا ہے"

یہ آیات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے سچ کہا۔ (مستدرک حاکم ،۳/ ۵۴۰۔ سیر الصحابہ ،۲/ ۲۵۸)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت

جب صحابہ رضی اللہ عنہم میں آنحضرت ﷺ کے کسی قول و فعل کے بارے میں اختلاف ہوتا تو وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے۔ اس بارے میں کہ آنحضرت ﷺ نے کہاں سے احرام باندھا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہت اختلاف ہے، سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا "اے ابن عباسؓ! مجھ کو حیرت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ کے احرام باندھنے کی جگہ کی تعیین میں بہت زیادہ اختلاف رکھتے ہیں" انہوں نے کہا میری معلومات اس بارے میں سب سے زیادہ ہیں چونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک ہی حج کیا ہے اس لیے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا، اس کا سبب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا اور لبیک کہنا شروع کیا، جو لوگ اس وقت موجود تھے انہوں نے اسی کو یاد رکھا، پھر جب آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ چلی تو پھر آپ نے لبیک کہا، اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ یہ سمجھے کہ آپ نے یہیں ابتداء کی ہے، چنانچہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب آپ اونٹنی پر سوار ہو کر چلے اس وقت سے لبیک کہنا شروع کیا، اس کے بعد جب آپ بلندی پر چڑھے اس وقت سے کہنا شروع کیا، لیکن میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ نے مسجد میں احرام باندھا، اس کے بعد جب اونٹنی چلی اور جب بلند مقام پر چڑھے دونوں مرتبہ لبیک کہا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب وقت الاحرام)

ایک بے مثال علمی محفل کی سرگزشت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، سینکڑوں طلب گار روزانہ ان کے خرمن کمال سے خوشہ چینی کرتے تھے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ درس و تدریس کے لیے وقف تھا کبھی کوئی شخص ان کے چشمہ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا، اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسیں خصوصیت کے ساتھ درس و تدریس اور علمی مذاکروں کے لیے مخصوص تھیں اور ان میں باقاعدہ ہر علم وفن کی جدا جدا تعلیم ہوتی تھی ابو صالح تابعی بیان کرتے تھے کہ

''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف ایک ایسی علمی مجلس دیکھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہوگا، اس مجلس کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے آدمیوں کا اتنا اژدحام تھا کہ ان کی کثرت سے آمدورفت مشکل تھی، میں نے جاکر اس اژدحام کی اطلاع دی تو مجھ سے پانی مانگا میں پانی لایا، انہوں نے وضو کیا، وضو کر کے بیٹھ گئے، پھر مجھ سے کہا جاؤ قرآن کے جس شعبہ کے متعلق جو سائل ہوں ان کو اطلاع دو، میں نے اطلاع دی، دیکھتے ہی دیکھتے سائلوں سے سارا گھر اور تمام حجرے بھر گئے، جس نے جو سوال کیا اس کے سوال سے زیادہ اس کو جواب دے کر رخصت کیا، پھر مجھ سے کہا جاؤ حرام وحلال اور فقہ کے سائلوں کو بلاؤ، میں نے ان لوگوں کو اطلاع دی چنانچہ ان کا جم غفیر آیا اور جن کو جو سوالات کرنا تھے، پیش کیے، فرداً فرداً سب کو نہایت تشفی بخش اور ان کے سوالات سے زیادہ جواب دے کر رخصت کیا پھر فرمایا کہ اب تمہارے دوسرے بھائیوں کی باری ہے اس کے بعد فرائض وغیرہ کے سائلوں کو بلایا، ان کی تعداد بھی اتنی بڑی تھی کہ پورا گھر بھر گیا، ان کے پیشرووں کی طرح ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دے کر فارغ ہوئے تو مجھ سے کہا کہ عربی زبان شعر و شاعری اور ادب وانشاء کے سائلوں کو بلاؤ چنانچہ میں نے اطلاع دی، یہ لوگ آئے ان کے ہجوم کا بھی وہی حال تھا ان لوگوں نے جو سوالات کئے ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دیئے، ابو صالح یہ واقعہ بیان کر کے کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کی اتنی بڑی

مجلس نہیں دیکھی تھی۔ (مستدرک حاکم، ۳/ ۵۴۸۔ سیر الصحابہ، ۲/ ۲۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی علمی شان

حضرت ابو صالح کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایسی زبردست مجلس دیکھی ہے کہ سارے قریش والے اس پر فخر کریں تو بجا ہے۔ یہ واقعی قابل فخر مجلس ہے میں نے ایک دن دیکھا کہ بہت سے لوگ ان کے گھر کے باہر راستہ پر جمع ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ آنے جانے کی بالکل جگہ نہیں ہے۔ میں نے اندر جا کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ دروازے پر بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میرے لئے وضو کا پانی رکھو چنانچہ وہ وضو کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا باہر جاؤ اور لوگوں میں اعلان کرو کہ جو قرآن اور اس کے حروف اور اس کی کسی چیز کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے، وہ اندر آجائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو ایک بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر حجرہ بھر گیا اور انہوں نے جو بات بھی پوچھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا اور جتنا انہوں نے پوچھا اتنا بلکہ اس سے کہیں اور زیادہ اپنے پاس سے انہیں بتایا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو اندر آنے کا موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کر دو کہ جو حلال حرام اور فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے، حسب معمول یہ لوگ بھی اتنی بڑی تعداد میں آئے کہ سارا گھر بھر گیا، ان کے سوالات سے بڑھ کر جواب دینے کے بعد آپ نے ان سب کو رخصت ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر یہ اعلان کر دو کہ جو میراث وغیرہ جیسے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا تو بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بھی پوچھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کر دو کہ جو عربی لغت اشعار اور انوکھے کلام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے۔

میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا جس پر ایک بہت بڑی تعداد اندر داخل ہوئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بات بھی پوچھی اس کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور اتنا ہی مزید اپنے پاس سے بیان کر دیا۔ اگر سارے قریش حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس مجلس پر فخر کریں تو انہیں فخر کرنے کا حق پہنچتا ہے اور میں نے اس جیسا منظر اور کسی کے ہاں نہیں دیکھا۔ (حلیۃ الاولیاء، ۱/۳۲۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رُعب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک بات پوچھنا چاہتا تھا لیکن ان کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے میں ان سے دو سال تک نہ پوچھ سکا یہاں تک کہ کسی سفر حج یا سفر عمرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ضرورت کے لئے مر الظہران کی وادی میں اراک مقام پر اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے اور مجھے تنہائی کا موقع مل گیا تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں آپ سے دو سال سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں لیکن صرف آپ کی ہیبت کی وجہ سے نہ پوچھ سکا۔ انہوں نے فرمایا ایسا مت کرو، جب کسی بات کے مجھ سے پوچھنے کا ارادہ ہوا کرے تو فوراً پوچھ لیا کرو اگر مجھے وہ بات معلوم ہوگی تو میں تمہیں بتا دوں گا ورنہ کہہ دوں گا مجھے معلوم نہیں۔ پھر تم اس آدمی سے پوچھ لینا جو اسے جانتا ہو۔ میں نے کہا وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورت تحریم میں) فرمایا ہے کہ وہ دونوں حضور ﷺ کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مددگار بنی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس کے بعد اور لمبی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ (حیاۃ الصحابۃ، ۳/۲۳۹)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فراست و دانائی

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے دل میں کچھ سوچ رہے تھے پھر آدمی بھیج

کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا اس امت میں کیسے اختلاف ہوسکتا ہے جبکہ ان کی کتاب ایک ہے اور ان کا نبی ایک ہے اور ان کا قبلہ ایک ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! ہم پر قرآن نازل ہوا ہم نے اسے پڑھا اور ہمیں معلوم ہے کہ قرآن کی یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن ہمارے بعد کے لوگ قرآن تو پڑھا کریں گے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے اس طرح ہر جماعت کی اس بارے میں الگ الگ رائے ہوگی۔ جب ہر جماعت کی الگ الگ رائے ہوگی تو ان میں اختلاف ہو جائے گا اور جب ان کا آپس میں اختلاف ہو جائے گا تو پھر آپس میں لڑ پڑیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر برسے اور انہیں خوب ڈانٹا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو بات کہی تھی وہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سمجھ آ گئی تو انہیں بلایا اور ان سے فرمایا وہ اپنی بات ذرا دوبارہ کہنا۔ (کنز العمال، ۱/ ۲۲۸)

اے بھتیجے! تم نے ٹھیک کہا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات میں نے ایک آیت پڑھی جس کی وجہ سے مجھے ساری رات نیند نہیں آئی وہ آیت یہ ہے۔

ایود احدکم ان تکون له جنة من نخیل واعناب (البقرۃ:۲۶۶)

''بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا۔ اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے یہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں (کھانے کی) قوت نہیں۔ سو اس باغ پر ایک بگولا آئے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جائے''

میں ساری رات یہ سوچتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں کیا کہنا چاہتے ہیں اس

سے مراد کیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا اللہ زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ اللہ زیادہ جانتے ہیں لیکن میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں سے کسی کو کچھ معلوم ہے یا کسی نے اس بارے میں کچھ سن رکھا ہے تو وہ بتا دے اور لوگ تو خاموش رہے لیکن میں نے دھیمی آواز سے کچھ کہا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہو اے میرے بھتیجے! کہو اپنے آپ کو اتنا کم درجہ کا نہ سمجھو میں نے کہا اس مثال سے مراد عمل ہے انہوں نے فرمایا عمل مراد لینے کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا (دلیل تو کوئی نہیں ہے لیکن) میرے دل میں یہ بات آئی ہے جو میں نے کہہ دی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے چھوڑ کر خود تفسیر کرنے لگے اور فرمایا اے بھتیجے! تم نے ٹھیک کہا واقعی اس سے عمل ہی مراد ہے۔ ابن آدم جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے اہل وعیال زیادہ ہو جاتے ہیں تو اسے اپنے باغ کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ہی قیامت کے دن اسے عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اے میرے بھتیجے! تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ (حیاۃ الصحابۃ ،۳/۲۴۶)

کسی کو کیا خبر کیا چیز ہیں وہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بوڑھوں کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ شریک کرتے ہیں حالانکہ اس جتنے تو ہمارے بیٹے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو تم جانتے ہو۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا اور مجھے بھی بلایا۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے صرف اس لئے بلایا ہے تاکہ وہ لوگ میری (علمی) حیثیت دیکھ لیں۔ جب سب لوگ حاضر ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور پھر اذا جاء نصر اللہ والفتح سے لے کر آخر تک ساری سورت پڑھی (ترجمہ) ''(اے محمد ﷺ) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے)

آ پہنچے (یعنی واقع ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ان میں سے کسی نے کہا اللہ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور ہمیں فتح نصیب ہو جائے تو ہم اس کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور کسی نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ بعضوں نے کچھ نہیں کہا بلکہ خاموش رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے ابن عباس! کیا تم بھی ایسے ہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس میں حضور ﷺ کو بتایا گیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے اور تم لوگوں کو دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہوتا ہوا دیکھ لو تو یہ آپ کے دنیا سے جانے کے قریب آنے کی نشانی ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بھی اس سورت کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے جتنا تمہیں معلوم ہے۔

(حیاۃ الصحابۃ، ۳/ ۲۴۸۔ مستدرک حاکم، ۳/ ۵۲۹۔ حلیۃ الاولیاء، ۱/ ۳۱۷)

علوم قرآن سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا شغف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا:

یٰٓایھا الذین اٰمنوا لاتسئلوا عن اشیآء ان تبدلکم تسؤکم (المائدہ:۱۰۱)

”اے ایمان والو! ایسی (فضول) باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کچھ مہاجرین کو اپنے نسب میں کچھ شبہ تھا ایک دن یہ لوگ آپس میں کہنے لگے اللہ کی قسم! ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمارے نسب کے بارے

میں اللہ تعالیٰ کچھ قرآن نازل فرمادیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو تم نے ابھی پڑھی تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا تمہارے یہ ساتھی یعنی حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اگر امیر بن گئے تو یہ زاہد تو ہوں گئے لیکن مجھے خود بینی کا ڈر ہے کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! ہمارے ساتھی (کے فضائل اور درجے) کو تو آپ جانتے ہیں اللہ کی قسم! آپ کیا فرما رہے ہیں؟ (حضور ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد) ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور جتنے دن وہ حضور ﷺ کے ساتھ رہے کبھی حضور ﷺ کو ناراض نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کو شادی کا پیغام دینا چاہا تھا جس پر حضور ﷺ کو گرانی ہوئی تھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فرمانی کے قصے میں فرمایا ہے۔

ولم نجدلهٗ عزماً (طٰہٰ:۱۱۵)

''ہم نے (اس حکم کے اہتمام میں) ان میں پختگی (اور ثابت قدمی) نہ پائی''۔

ایسے ہی ہمارے ساتھی نے حضور ﷺ کو ناراض کرنے میں پختگی نہ دکھائی (بلکہ جونہی پتہ چلا کہ یہ کام حضور ﷺ کو پسند نہیں ہے انہوں نے فوراً اس (ارادہ کو چھوڑ دیا) اور یہ تو دل کے وہ خیالات ہیں جن کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا اور اللہ کے دین کی سمجھ رکھنے والے فقیہ اور اللہ کے احکام کے جاننے والے عالم سے بھی کبھی لغزش ہو جاتی ہے لیکن جب اسے اس پر متنبہ کیا جائے تو فوراً اسے چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر لیتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! جو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے (علوم کے) سمندروں میں گھس کر تمہارے ساتھ غوطہ لگائے اور گہرائی تک جا پہنچے وہ ایسا کام کرنا چاہتا ہے جو اس کے بس میں نہیں (یعنی تم نے اپنے دلائل سے مجھے لاجواب کر دیا ہے)۔ (حیاۃ الصحابۃ، ۳/ ۲۴۹)

اہل کوفہ کا خط

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا۔ یہ پڑھ کر (خوشی کی وجہ سے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا اللہ ان پر رحم فرمائے میں نے کہا ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ انہوں نے فرمایا اوہو! تمہیں یہ کہاں سے پتہ چل گیا؟ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا تو میں اپنے گھر چلا گیا اس کے بعد انہوں نے میرے پاس بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ میں نے انہیں کوئی عذر کر دیا پھر انہوں نے یہ کہلا کر بھیجا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تمہیں ضرور آنا ہوگا چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا تم نے کوئی بات کہی تھی؟ میں نے کہا استغفر اللہ! اب وہ بات دوبارہ نہیں کہوں گا۔ فرمایا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم نے جو بات کہی تھی وہ دوبارہ کہنی ہوگی۔ میں نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس خط میں یہ لکھا ہوا آیا ہے کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا ہے اس پر میں نے کہا تھا کہ ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا تمہیں یہ کہاں سے پتا چلا؟ میں نے کہا میں نے یہ آیت:

ومن الناس من یعجبک قولهٗ فی الحیٰوة الدنیا ویشهد

الله علی مافی قبله

سے لے کر

والله لایحب الفساد (البقرہ:۲۰۴۔۲۰۵)

تک پڑھی۔

''اور ایک آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ کو حاضر و ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپ کی مخالفت میں) نہایت شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں

پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کردے اور (کسی کے) کھیت یا مویشی کو تلف کردے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے“

جب لوگ اس طرح کریں گے تو قرآن والا صبر نہیں کرسکے گا پھر میں نے یہ آیت پڑھی:

واذا قیل له اتق اللّٰه اخذته العزة بالاثم فحسبه، جهنم ولبئس المهاد ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه واللّٰه رؤف بالعباد (البقرہ:۲۰۶۔۲۰۷)

”اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا خوف کرتو نخوت اس کو اس گناہ پر آمادہ کردیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بڑی ہی بری آرام گاہ ہے اور کوئی آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم نے ٹھیک کہا۔ (مستدرک حاکم، ۵۴۰/۳)

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک دفعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور میں نے ان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ قرآن لوگوں میں زیادہ پھیل گیا ہے۔ میں نے کہا ”اے امیر المومنین! مجھے تو یہ بات بالکل پسند نہیں ہے“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا ”کیوں؟“ میں نے کہا اس لئے کہ جب سب لوگ قرآن پڑھیں گے اور صحیح مطلب سمجھنے کی استعداد نہیں ہوگی تو ان میں اختلاف ہوجائے گا اور جب ان میں اختلاف ہوجائے گا تو ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے چھوڑا اور الگ بیٹھ گئے۔ بس وہ دن میں نے جس پریشانی میں گزرا یہ اللہ ہی جانتا ہے پھر ظہر کے وقت

ان کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا امیر المؤمنین بلا رہے ہیں، میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا "تم نے کیا بات کہی تھی؟ میں نے اپنی ساری بات دہرادی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (سمجھتا تو میں بھی اسے تھا لیکن) لوگوں سے چھپاتا تھا"۔

(حیاۃ الصحابۃ، ۳/۲۶۲)

ایک میں ہی نہیں

حضرت لیث بن ابن سلیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ حضور ﷺ کے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر ان نوعمر (صحابی) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا کہ جب ان میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہو جاتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ۴/۱۸۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے نزدیک مقام ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ سمجھدار، زیادہ علم والا اور زیادہ بردبار کوئی نہیں دیکھا اور میں نے دیکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں مشکل مسائل کے لئے بلایا کرتے تھے اور ان سے فرماتے تیار ہو جاؤ یہ مشکل مسئلہ تمہارے پاس آیا ہے (اور ان کے سامنے مسئلہ رکھتے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان ہی کے قول پر فیصلہ کر دیتے حالانکہ ان کے اردگرد بہت سے بدری مہاجر اور انصاری صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے۔

(طبقات ابن سعد، ۴/۱۸۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بیماری

حضرت ابوزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

کو بخار ہو گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا تمہاری بیماری کی وجہ سے ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے میں اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو (اللہ کی طرف سے) بڑی سمجھ و عقل اور بہت علم دیا گیا تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کسی (کی رائے) کو ان (کی رائے) پر ترجیح دی ہو۔ (طبقات ابن سعد، ۴/ ۱۸۵)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مقام ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت محمد بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اٹھ کر چلے گئے تو میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے بہت بڑے عالم بن جائیں گے کیونکہ انہیں (اللہ کی طرف سے) عقل اور سمجھ بھی خوب ملی ہے اور حضور ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی ہے کہ اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں علم کے اعتبار سے ایسے اونچے تھے جیسے کھجور کے چھوٹے درختوں میں لمبا درخت ہوتا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ۴/ ۱۸۵)

سورۃ نور کی تلاوت و تفسیر

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حج پر گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حج کے امیر تھے وہ سورۂ نور پڑھنے لگے اور ساتھ ساتھ اس کی تفسیر کرنے لگے جسے سن کر میرے ساتھی نے کہا سبحان اللہ! اس آدمی کے سر سے کیا کچھ نکل رہا ہے؟ اگر ترک لوگ اسے سن لیں تو فوراً مسلمان ہو جائیں۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو وائل کہتے ہیں (تفسیر سن کر) میں نے کہا ان جیسی باتیں نہ تو میں نے کسی آدمی سے سنی ہیں اور نہ کہیں دیکھی ہیں اگر فارس اور روم والے یہ سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔ (حیاۃ الصحابۃ، ۳/۲۹۱)

تم نبوت کے گھرانے سے بولتے ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا جو انہیں یمن سے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ میں نے انہیں اس کا جواب دیا تو فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم نبوت کے گھرانے سے بولتے ہو۔

(طبقات ابن سعد، ۴/۱۸۴)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی علمی صفات

حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کئی عمدہ صفات کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تمام لوگوں پر فوقیت رکھتے تھے وہ گزشتہ علوم کو خوب جانتے تھے اور جب ان کے مشورے کی ضرورت ہوتی تو بہت سمجھداری کا مشورہ دیتے اور بردباری اور جود وسخا ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ حضور ﷺ کی حدیثوں کو اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ سمجھداری کی رائے والا ہو اور اشعار کو عربی لغت کو، قرآن کی تفسیر کو، حساب اور میراث کو اور گزشتہ واقعات کو ان سے زیادہ جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ درست رائے والا ہو کسی دن وہ اپنی مجلس میں بیٹھتے تو صرف دین کی سمجھ کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف قرآن کی تفسیر کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف حضور ﷺ کے غزوات کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن اشعار کے بارے میں اور کسی دن عرب کی لڑائیوں کے بارے میں بات کرتے اور میں نے یہی دیکھا کہ جو عالم بھی ان کی مجلس

میں آیا وہ آخر کار ان (کی علمی عظمت) کے سامنے ضرور جھک گیا اور جو بھی ان سے کچھ پوچھنے آیا ان سے اسے اپنے سوال کا جواب ضرور ملا۔ (طبقات ابن سعد،۴/۱۸۳)

دنیا نے مجھے کھو کے بہت ہاتھ ملے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے مہاجر اور انصاری بڑے بڑے صحابہ کے ساتھ ہر وقت رہا کرتا تھا اور میں ان سے حضور ﷺ کے غزوات کے بارے میں اور ان غزوات کے متعلق اترنے والے قرآن کے بارے میں خوب سوالات کرتا تھا اور میں ان میں سے جس کے پاس جاتا وہ میرے آنے سے بہت خوش ہوتا کیونکہ میں حضور ﷺ کا رشتہ دار (چچا زاد بھائی) تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مضبوط اور پختہ علم والوں میں سے تھے۔ ایک دن مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا مدینہ میں ستائیس سورتیں نازل ہوئیں اور باقی ستاسی سورتوں کا نزول مکہ میں ہوا۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ گزرے ہوئے علوم اور واقعات کو ہم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جو نیا مسئلہ پیش آجائے اور اس کے بارے میں قرآن و حدیث میں کچھ نہ آیا ہو اس کے متعلق وہ سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والے ہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں میں نے یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتائی تو انہوں نے فرمایا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما پوچھا کرتے تھے (یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے فضائل کا اعتراف فرما رہے ہیں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کی راتوں میں دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارد گرد بہت سے حلقے ہیں اور ان سے مناسک حج کے بارے میں لوگ خوب پوچھ رہے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اب جتنے صحابہ باقی رہ گئے ہیں یہ ان میں سب سے زیادہ مناسک حج کو جاننے والے ہیں۔

حضرت یعقوب بن زید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے انتقال کی خبر ملی تو انہوں نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار انسان کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کے انتقال سے امت کا ایسا نقصان ہوا ہے جس کی تلافی کبھی نہیں ہو سکے گی۔

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج اس شخصیت کا انتقال ہوگیا جس کے علم کے مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام لوگ محتاج تھے۔

حضرت ابوکلثوم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دفن ہو گئے تو حضرت ابن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آج اس امت کے عالم ربانی کا انتقال ہوگیا۔

(حیاۃ الصحابۃ، ۳/۲۹۳)

ٹھہرے گا کبھی دل کہ دھڑکتا ہی رہے گا

۶۸ھ میں پیمانہ حیات لبریز ہوگیا، ایک روز سخت بیمار ہوئے، بستر علالت کے اردگرد احباب و مستفیدین کا ہجوم تھا، آپ نے فرمایا:

''میں ایک ایسی جماعت میں دم توڑوں گا جو روئے زمین پر خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب، مشرف و مقرب ہے، اس لئے اگر میں تم لوگوں میں مروں تو یقیناً تم ہی وہ بہتر جماعت ہو''۔

غرض ہفت روزہ علالت کے بعد طائر روح نے قفس عنصری چھوڑا۔ محمد بن حنفیہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سپرد خاک کر کے کہا:

''خدا کی قسم! آج دنیا سے حبر امت اٹھ گیا''

غیب سے ندا آئی......

یٰآیتھا النفس المطمئنۃ ارجعیٓ الی ربک راضیۃ مرضیۃ

''اے نفس مطمئنہ! اپنے خدا کی طرف خوشی خوشی لوٹ آ......''

(الاصابۃ، ۳/۹۴)

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو ایک دن حضرت عبداللہ بن عبداللہ عتبہ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی وفات سے لوگ بہت بڑے علمی سرمایہ سے محروم ہو گئے، ایسے علم سے دور ہو گئے جوان سے پہلے کسی کو نہیں ملا...... ایسی فقہ سے محروم ہو گئے کہ ان کی رائے کی طرف ہر ایک کی احتیاج تھی...... لوگ خوابوں کی تعبیر کے علم...... انساب کے علم...... اور تفسیر کے علم سے محروم ہو گئے، میں نے ان سے بڑا حدیث رسول ﷺ کو جاننے والا نہیں دیکھا...... میں نے ان سے بڑا قاضی اور فقیہ نہیں دیکھا...... میں نے ان سے بڑا عالم اشعار و عربیت نہیں دیکھا...... میں نے ان سے بڑا مفسر قرآن نہیں دیکھا...... میں نے علم حساب اور علم میراث میں ان سے بڑا عالم کسی کو نہ پایا...... ان سے زیادہ عمدہ اور مضبوط رائے میرے خیال میں کسی کی نہیں...... وہ ایک دن اپنی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور صرف فقہ کے مسائل کو بیان فرماتے، ایک دن صرف تفسیر کے مسائل کو بیان فرماتے، ایک دن صرف مغازی کو بیان فرماتے ایک دن صرف اشعار کا تذکرہ کرتے ایک دن کو عربوں کے حالات کے لئے خاص کرتے، ان کے شاگردان کے سامنے جس عاجزی سے بیٹھتے تھے اس کی مثال ملنا مشکل ہے، سوال کرنے والا آپ سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرتا آپ کے پاس اس کا جواب موجود پاتا''۔ (اسد الغابۃ، ۱۹۳/۳)

دیوانے گزر جائیں گے ہر منزل غم سے
حیرت سے زمانہ انہیں تکتا ہی رہے گا
آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا
کیا ختم نہ ہوگا کبھی ہنگامہ ہستی؟
ٹھہرے گا کبھی دل کہ دھڑکتا ہی رہے گا

حضور ﷺ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں (ایک رات) رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا کہ آپ ﷺ اٹھ کر پانی کے برتن کی طرف گئے، وضو کیا اور کھڑے کھڑے ہی پانی پیا، میں نے کہا اللہ کی قسم جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے میں بھی ضرور ویسا ہی کروں گا تو میں اٹھا، وضو کیا اور کھڑے کھڑے پانی پیا پھر آپ ﷺ کے پیچھے کی صف میں کھڑا ہو گیا۔

آپ ﷺ نے مجھے اشارہ کیا کہ آپ کے برابر دائیں جانب کھڑا ہو جاؤں میں نے انکار کیا جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا تمہیں میرے ساتھ کھڑا ہونے سے کس چیز نے روکا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ میری نظر میں بہت عظیم ہیں اور آپ اس سے بلند ہیں کہ میں آپ کے برابر کھڑا ہوں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اے اللہ! اسے حکمت عطا فرما"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا:

"اے اللہ! اسے حکمت عطا فرما اور علم تفسیر سکھا۔"

پھر اپنا ہاتھ مبارک ان کے سینہ پر رکھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی ٹھنڈک اپنی پیٹھ میں محسوس کی اور آپ (ﷺ) نے فرمایا:

"اے اللہ! اس کا پیٹ حکمت و علم سے بھر دے"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے خیر کثیر کی دعا فرمائی اور فرمایا تم قرآن کریم کے بہت خوب ترجمان ہو۔"

خود سید دو عالم ﷺ نے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے یہ دعا فرمائی۔

اللھم فقھه فی الدین و علمه التاویل

یا اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما اور قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی علمی اور ذہنی صلاحیت سے خوش ہو کر یہ دعا اس وقت فرمائی جب کہ سید دو عالم ﷺ کے حضور آپ موجود تھے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ مبارکہ میں نماز تہجد کے لئے آپ کو پانی پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا تو حضور انور ﷺ نے آپ کے لئے یہ دعا فرمائی چنانچہ عمر میں چھوٹے ہو کر بھی علم کے لحاظ سے اکثر صحابۂ کرام سے فائق تھے۔ رضی اللہ عنہ

چنانچہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نافع بن ارزق اور نجدۃ بن عویمر نے آیات قرآنی کے معانی پوچھے اور آپ نے بتادیئے تو نافع نے کہا: **وهل تعرف العرب ذلك** اس پر آپ ﷺ نے فرمایا **نعم اما تعرف قول الشاعر كذا كذا** (مقدمہ مسائل نافع)

یعنی کلام الٰہی کا معنی متعین کر لینے کے بعد اگر لغت "عرب" کو بطور شہادت پیش کر دیا جائے تو جائز ہے بلکہ بہتر ہے کہ مفسر کلام عرب سے واقف ہو جائے۔ اس لئے مفسرین سابقین پہلے لغت عرب میں مہارت تامہ حاصل کر لیتے تھے پھر اس کے بعد "تفسیر القرآن" پر قلم اٹھایا کرتے تھے۔

چنانچہ متقدین مفسرین قرآن عزیز میں سے اکثر کو نور باطن اس قدر حاصل تھا کہ ان پر اس کا اثر ظہور پذیر ہوتا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "جب آپ" قرآن عزیز کی تفسیر فرماتے تھے تو آپ کے چہرہ پر نورانی جھلک محسوس ہوتی تھی۔

اس لئے ان مفسرین سے قرآن سیکھنے اور پڑھنے سے منع فرما دیا جو بد عمل ہوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

> "تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو تم کو قرآن کی طرف بلائیں گے مگر ان کا اپنا حال یہ ہوگا کہ عملی میدان میں انہوں نے تعلیمات قرآنی کو پس پشت ڈالا ہوگا پس ایسے لوگوں سے بچو اور قرآن کریم

کی تفسیر کو علم دین کے ذریعے سے سیکھو۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی زیادہ تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تمہارے لئے ایسے آدمی کو خطرناک سمجھتا ہوں جو قرآن کریم کی غلط تاویل کرے ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں''۔

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تلاوت آیات قرآنیہ کے ساتھ ساتھ مطالب اور معانی سمجھ لینے کے فوراً بعد عمل شروع فرما دیا کرتے تھے چنانچہ مشہور تابعی ابو عبدالرحمٰن السلمی فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے اساتذہ کرام (صحابہ رضی اللہ عنہم) کا یہ حال تھا کہ وہ دس آیات قرآنیہ کی تفسیر سید دو عالم سے حاصل کر لینے کے ساتھ ہی ان پر عمل شروع کر دیتے تھے اس طرح وہ حضرات قرآنی تعلیم اور عمل بالقرآن کا منظر امت کے سامنے پیش فرماتے تھے۔''

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت کی رکنیت

آپ فرماتے ہیں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے بدری بزرگوں کے ساتھ اپنے ہاں کی مجلس میں داخل کرتے، تو ان میں سے کسی نے کہا آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ کیوں بلاتے ہیں حالانکہ اسی عمر کے ہمارے بچے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ان (صاحب علم) لوگوں میں سے ہے جنہیں تم جانتے ہو۔

پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان بزرگوں کو بھی بلایا اور ساتھ مجھے بھی اور میرا خیال ہے اس دن تو فقط انہیں میرا علم دکھانے کے لئے ہی مجھے بلایا۔

پھر فرمایا آپ لوگ اذا جآء نصر اللّٰہ والفتح...... آخر تک کے بارے میں کیا فرماتے ہو؟

بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے اور فتح حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں اور اس سے استغفار کریں۔

بعض نے کہا ہم نہیں جانتے اور بعض کچھ بھی نہیں بولے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! کیا تم بھی ایسا ہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں فرمایا تو پھر کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا میں کہتا ہوں کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو ان کی وفات کی اطلاع دی ہے کہ جب فتح مکہ ہو جائے تو یہ آپ کی وفات کی علامت ہے لہٰذا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا (النصر:۳)

(تو اپنے رب کی خوبیاں کے ساتھ اس کی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش طلب کر بے شک وہ معاف کرنے والا ہے)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس سورۃ سے یہی سمجھتا ہوں جو تم سمجھتے ہو۔

خارجیوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب حروری لوگ الگ ہو گئے تو میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا۔

اے امیر المؤمنین! نماز کو ٹھنڈا (لیٹ) کر کے پڑھو شاید میں ان لوگوں سے جا کر بات کروں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے آپ کے بارے میں ان کا خوف ہے میں نے کہا انشاء اللہ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔

چنانچہ یمانی کپڑوں میں سے سب سے اچھے جو میری استطاعت میں تھے میں نے وہ پہنے پھر ان کے پاس گیا اس حال میں کہ وہ دوپہر میں قیلولہ کر رہے تھے۔

میں ایسی قوم پر داخل ہوا کہ میں نے ان سے زیادہ محنتی لوگ ہرگز نہیں دیکھے ان کے ہاتھ گویا کہ اونٹ کے زانو ہیں (یعنی بہت سخت ہیں) اور ان کے چہروں پر سجدوں کے نشانات واضح ہیں۔

میں داخل ہوا تو انہوں نے کہا خوش آمدید اے ابن عباس آپ کو کون سی چیز لے آئی! میں نے کہا میں آپ سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں بات کرنے

آیا ہوں قرآن کریم نازل ہوا تو وہ اس کے مطلب کے سب سے بڑے عالم تھے۔

ان میں سے بعض نے کہا اس سے بات نہ کرو۔ دوسروں نے کہا ہم اس سے ضرور بات کریں گے میں نے کہا مجھے بتاؤ کہ تم رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد، داماد اور رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے پر اور رسول اللہ ﷺ کے دوسرے اصحاب پر کیوں ناراض ہو؟

انہوں نے کہا ہم نے ان پر تین ناراضگیاں رکھتے ہیں میں نے کہا کیا ہیں؟ انہوں نے کہا سب سے پہلی تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین کے معاملہ میں لوگوں کو حکم بنایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الحکم الا للّٰہ (انعام:۵۷)

حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

میں نے کہا اور کیا ہے انہوں نے کہا انہوں نے قتال کیا ہے مگر نہ مخالفین کو قیدی بنایا اور نہ ان کا مال غنیمت بنایا اگر وہ کافر تھے تو ان کے مال حلال تھے اور اگر مومن تھے تو ان پر ان کے خون حرام تھے۔

میں نے کہا اور یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لقب مٹا دیا ہے اگر یہ مومنین کے امیر نہیں ہیں تو کافروں کے امیر ہیں۔

میں نے کہا اگر میں اللہ تعالیٰ کی محکم کتاب اور نبی کریم ﷺ کی حدیث جس کا تم بھی انکار نہیں کرتے اس سے تمہیں جواب دوں۔

تو تم لوٹ آؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔

میں نے کہا تمہارا کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دین کے معاملہ میں آدمیوں کو حکم بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیھا الذین اٰمنوا لاتقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزآء مثل ماقتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم (المائدہ:۹۵)

اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم حرام کی حالت میں ہو اور جو
کوئی تم میں سے شکار مارے جان بوجھ کر تو اس پر بدلا...... جو
ٹھہرائیں تم سے دو مصنف۔

اور عورت اور اس کے خاوند کے بارے میں فرمایا:

وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکمامن اھلہ وحکما من اھلھا (النساء:۳۵)

اور اگر تمہیں اندیشہ میاں بیوی کی باہم کھٹ پٹ کا تو مقرر کرو ایک
پنچ مرد کے کنبہ سے اور ایک پنچ عورت کے کنبہ سے۔

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا لوگوں کے خون بہانے اور ان کی جان اور آپس کی اصلاح میں لوگوں کو حکم بنانے کا استحقاق زیادہ ہے یا خرگوش میں جس کی قیمت چار درہم ہوتی ہے انہوں نے کہا اللہ گواہ ہے کہ تم صحیح کہتے ہو۔

(میں نے کہا) تمہارا کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا اور مخالفین کو قیدی بنایا اور نہ مال غنیمت لیا؟ کیا تم اپنی ماں کو قیدی بناؤ گے اور اس سے وہ سلوک حلال جانو گے جو غیر سے حلال ہے؟ تب تو تم کافر ہو جاؤ گے اور اگر تمہارا گمان کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے تو بھی تم کافر ہو اور اسلام سے خارج ہو بیشک اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہٗ امھاتھم (احزاب:۶)

نبی زیادہ حق رکھتا ہے مسلمان پر خود ان کی جانوں سے بھی اور نبی
کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

لہٰذا تم دو گمراہوں کے درمیان پڑے ہو پس جو چاہو اختیار کر لو، اب کیا میں تمہارے اس اعتراض سے بری ہو گیا؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہاں۔

(میں نے کہا) تمہارا کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ سے امیر المومنین کا لقب مٹا دیا ہے تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے قریشیوں کو حدیبیہ کے دن بلایا کہ ان کے درمیان معاہدہ لکھا جائے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا لکھو! یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نے معاہدہ کیا ہے، (ﷺ) اس پر کافروں نے کہا اگر ہم آپ کو رسول اللہ سمجھتے ہوتے تو آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور آپ سے لڑائی کرتے، لیکن محمد بن عبداللہ لکھو۔
آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی قسم یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اگرچہ تم مجھے جھٹلاتے ہو، اے علی! لکھو محمد بن عبداللہ!'' تو رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل تھے۔

کیا میں تمہارے اس اعتراض سے بری ہو گیا؟ انہوں نے کہا اللہ گواہ ہے۔ ہاں، تو ان میں سے بیس ہزار نے رجوع کر لیا اور چار ہزار باقی رہ گئے تو انہیں قتل کر دیا گیا۔

مآخذ ومراجع

الصحیح لامام البخاری — محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ
الصحیح لامام المسلم — مسلم بن الحجاج القشیری رحمۃ اللہ علیہ
السنن لامام ابی داؤد — سلیمان بن اشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ
السنن لامام النسائی — ابوعبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ
السنن لامام الترمذی — محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ
السنن لامام ابن ماجہ — محمد بن یزید القزوینی رحمۃ اللہ علیہ
المسند لامام احمد — امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
فتح الباری — علامہ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر لابن کثیر — العلامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
طبقات ابن سعد — الامام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ
البدایہ والنہایہ — العلامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
سیر اعلام النبلاء
تذکرۃ الحفاظ
کنز العمال — احمد علی المتقی رحمۃ اللہ علیہ
الاصابۃ — ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب — ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ
الاکمال — ابن ماکولا
اعلام الموقعین — ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ
بغیۃ الملتمس فی رجال الاندلس — احمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ بغداد — خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ جرجان — حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ مکہ — احمد سباعی رحمۃ اللہ علیہ

تجرید اسماء الصحابہ	امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
تہذیب التہذیب	ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ
جمہرۃ انساب العرب	ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ
ذیل العبر	ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
ذیل العبر	حسینی رحمۃ اللہ علیہ
جامع بیان العلم	ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ
رسالہ المسترشدین	حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ
رحلہ ابن بطوطہ	ابن بطوطہ رحمۃ اللہ علیہ
شفاء الغرام فی تاریخ البلد الحرام	فاسی مکی رحمۃ اللہ علیہ
صفوۃ الصفوۃ	ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
طبقات ابن سعد	محمد بن سعد واقدی رحمۃ اللہ علیہ
طبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ	عبد القادر تمیمی مصری رحمۃ اللہ علیہ
طبقات الحنابلہ	ابو یعلی موصلی رحمۃ اللہ علیہ
المعارف	ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ
المنتظم	ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
وفیات الاعیان	ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ
مناقب الامام احمد	ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
المحدث الفاضل	رامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ
حلیۃ الاولیاء	ابونعیم الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ الطبری	علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ
حیاۃ الصحابہ	مولانا یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
فضائل صدقات	شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ
حکایات صحابہ	شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ

تدوین حدیث	مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
نفحۃ العرب	مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ
خیر القرون کی درسگاہیں	مولانا قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ
سیرت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	طالب الہاشمی
حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم	العلامہ محمد یوسف الکاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
درس ترمذی	المفتی محمد تقی العثمانی مدظلہ
انعام الباری	المفتی محمد تقی العثمانی مدظلہ

☆☆☆☆☆☆

قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اتارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچایا اور آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک اور ان کے توسط سے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا اور آپ علیہ السلام نے بذاتِ خود قرآن کریم کی تفسیر اور تشریح فرما کر امّت کے لیے عمل کا راستہ واضح فرمایا۔ نیز آپ کے ارشادات سے براہِ راست مستفید ہونے والے صحابۂ کرامؓ نے بھی قرآن کریم کی تشریح فرمائی۔

زیرِ نظر کتاب میں قرآن کریم کی تفسیر فرمانے والے صحابۂ کرامؓ کے تذکرے ہیں کہ انہوں نے کس دور میں کس طریقہ سے قرآن کریم کی خدمت کی اور امّت کے لیے اس کو واضح کرنے کی کوشش کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق دے اور تفسیر میں من مانی کرنے کے بجائے صحابۂ کرام کی تفسیر و تشریح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk

عہد رسالت کے مفسرین کرامؓ